# مختصر زندگی اور لمبے خواب

مبشرہ ناز

زندگی مختصر ہے اور خواب لمبے
یا پھر خواب مختصر ہے اور زندگی لمبی
یا پھر گلے شکوؤں کی ایسی دیوار
جو اٹھتی ہے تو اٹھتی چلی جاتی ہے
یا پھر رات کی تاریکی ہے
جو بڑھتی ہے تو بڑھتی چلی جاتی ہے
تنہائی و بداعتمادی اور تنہائی
اور اتنی ہی دیر میں
زندگی ختم ہو جاتی ہے

ہاسپٹل کے ٹھنڈے فرش پہ آئی سی یو کے پار نظریں جمائے عمر عباس نے نچلے ہونٹ کو دانتوں تلے اتنی زور سے دبایا تھا کہ خون کا ذائقہ منہ میں گھلنے لگا مگر وہ ہر چیز سے بے نیاز سی یو کے گلاس وال پہ نظریں جمائے کھڑا تھا یوں کہ اگر

## ناولٹ

ذرا سی ہی نظر چوکی تو منظر بدل نہ جائے کیونکہ آج اس پہ منکشف ہوا تھا کہ دیوار کے اس پار لیٹا وجود اس کے لئے کتنی اہمیت کا حامل ہے، زندگی میں بعض لوگ بظاہر لاپروا اور معصوم نظر آتے ہیں مگر یہ لاپرواہی دراصل ان کی وہ محبت ہوتی ہے جسے وہ اپنے محبوب سے چھپانے کے لئے لاپرواہی کا لبادہ اوڑھتے ہیں، اس کے چہرے پہ پھیلی معصومیت بھی اس بات کی گواہ تھی کہ شیشے کے پار لیٹی وہ معصوم، سادہ، نازک اور بے پرواہ لڑکی عمر عباس کی محبت میں پور پور ڈوبی ہوئی تھی جسے عمر عباس کے رویوں نے نازک شیشے سے سخت چٹان بنا دیا تھا اور قسمت کی ستم ظریفی یہ تھی وہ کبھی عمر عباس کو اس بات سے آگاہ نہ کر سکی اور عمر عباس کو جب تک اس کی محبت سے آگاہی ہوئی وہ موت اور زندگی کے بیچ قدم رکھ چکی تھی موت اسے اپنی طرف بلا رہی تھی جبکہ عمر عباس اس کی زندگی کا خواہاں تھا وہ اس معصوم بولتی مینا کو بتانا چاہتا تھا کہ وہ عباس ہاؤس کی رونق ہے اس



CS CamScanner

کے بغیر عباس ہاؤس کل بھی ویران تھا اور آج بھی ویران ہے اور اس ویرانی کو صرف نیہا سلیمان ہی دور کر سکتی ہے، وہ اپنی سوچوں میں گم تھا جبھی اسے اپنے شانے پہ کسی ہاتھ کا لمس محسوس ہوا اس نے مڑ کر دیکھا وہ طاہر عباس تھا۔

"پلیز عمر بھائی آپ گھر چلے جائیں میں بی جان کے پاس ہوں۔"

"نہیں طاہر جب تک یہ مجھ سے بات نہیں کرے گی میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔" عمر نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے انکار کیا۔

"پلیز عمر بھائی گھر میں بی جان اکیلی ہیں اور میرے بصد اصرار انہوں نے کچھ نہیں کھایا پلیز آئی ریکوسٹ یو آپ گھر چلے جائیں خود بھی کھانا کھالیں اور بی جان کو بھی کھلا دیں اور تھوڑی دیر آرام بھی کر لیجئے گا۔" طاہر نے رسان سے سمجھاتے ہوئے اسے گھر جانے کی ہدایت کی تو عمر اسے تحیر سے دیکھتا رہ گیا وہ اس شخص کا بھی مجرم تھا لیکن اس کی آنکھوں میں شکوہ تک نہ تھا بلکہ محبت تھی اور عمر اپنے آپ کو اس محبت کے بوجھ تلے دبتا ہوا محسوس کر رہا تھا جبھی بے ساختہ اس کے گلے لگ گیا ایک دوسرے کے گلے لگ کر دونوں سسکنے لگے تھے، لیکن آنسو دونوں نے ایک دوسرے سے چھپا رکھے تھے، اگر ایک کی محبت تھی، تو دوسرے کی بہن تھی، دوست تھی، طاہر نے عمر کو زبردستی الگ کیا خود کو کمپوز کر کے وہ اسے تھام کر کاریڈور کے آخری سرے تک چھوڑ آیا تھا، عمر نے آخری بار مڑ کر گلاس وال کے پار دیکھا وہ ابھی تک محو خواب تھی، ایسا خواب جس کی تعبیر صرف دعاؤں سے ممکن تھی۔

وہ جس وقت گھر پہنچا عباس ہاؤس کی تمام لائٹیں آف تھیں، پورٹیکو میں گاڑی کھڑی کر کے سیدھا بی جان کے کمرے کی طرف گیا تھا، بی جان جائے نماز پر بیٹھی تھیں تسبیح کے دانے گر رہے تھے اور آنکھوں سے آنسو ان کے دوپٹے کو بھگو رہے تھے، بوڑھی دادی کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر اس کے قدم من من بھر کے ہو گئے وہ دادی جس نے کبھی اس کی آنکھوں کو بھیگنے نہیں دیا آج اسی کی ذات ان کی آنکھوں میں آنسو لانے کا سبب بن گئی تھی۔

"بی جان!" عمران کے پاس دو زانو بیٹھ گیا، بی جان نے چونک کر سر اٹھایا۔

"عمر نیہا کیسی ہے اسے ہوش آ گیا۔" بی جان نے سوال کیا اور ان کے سوال پر عمر کی گردن مزید جھک گئی وہ انہیں سونے اور کھانے کی ہدایت کیے بغیر انہیں جواب دیئے ان کے کمرے سے نکل گیا، اس کے جواب نہ دینے پر بی جان کی آنکھوں سے دوبارہ آنسو گرنے لگے، راہداری کراس کر کے وہ یکدم اپنے کمرے سے پہلے بنے کمرے کے باہر رک گیا وہ نیہا کا کمرہ تھا عمر بے ساختہ کمرے کی طرف بڑھ گیا اس نے دروازے کی ناب گھمائی دروازہ کھلتا چلا گیا گلابی کلر اسکیم سے سجا وہ کمرہ سادہ ہونے کے باوجود بے حد خوبصورت تھا، گلابی کارپٹ، گلابی فرنیچر اور گلابی ہی پردے ڈالے گئے تھے عمر نے نگاہ گھمائی تو اس کی نظر بیڈ پہ چلی گئی بیڈ پہ اس وقت گلابی چادر بچھی ہوئی تھی ساتھ ہی گلابی رنگ کا ٹیڈی بیئر رکھا ہوا تھا، وہ دھیرے دھیرے چلتا ہوا بیڈ کے سائیڈ پہ آ کر بیٹھ گیا اس کے ہاتھ میکانکی انداز میں بیڈ کی سائیڈ دراز کی طرف بڑھ گئے، دراز کھلتے ہی اس کی نظر جس چیز پہ گئی وہ گلابی رنگ کی ڈائری تھی اس نے ٹرانس کی کیفیت میں وہ ڈائری اٹھائی اور کپکپاتے ہاتھوں سے اس نے ڈائری کھولی کیونکہ اسے یقین نہیں تھا کہ نیہا سلیمان جیسی نظر آنے والی لڑکی اتنی گہری ہو سکتی ہے کہ ڈائری کو راز داں بنا لے ڈائری میں لکھے شعر پہ وہ یکدم ساکت ہوا تھا۔

محبت دشت فرقت میں
بنا رخت سفر چلتے
کسی مجذوب کے دل سے نکلتا ایک نوحہ ہے
محبت راستوں کے جال میں بھٹکا ہوا راہی
کسی کے بام پہ ٹھہرا ہوا اک اجنبی چہرہ
محبت خواب بن جائے تو تعبیریں نہیں ملتیں

وہ محبت جو نیہا سلیمان کی آنکھوں میں خواب کی صورت چھپی تھی اب عمر عباس کو دعاؤں کی صورت میں ان خوابوں کی تعبیر نیہا کو دینی تھیں، عمر نے ڈائری واپس جگہ پہ رکھ کر بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کے پلکیں موند لیں، بند پلکوں کے پیچھے آوازوں اور تصویروں کا مسکن آباد تھا۔

☆☆☆

"عمر بھیا آپ مجھے کالج ڈراپ کر دیں گے۔" وہ کمپیوٹر میں اپنی ای میلز چیک کر رہا تھا ساتھ ہی تیزی سے چلتے ہاتھ ٹائی باندھ رہے تھے، جبھی اس نے آواز پہ مڑ کر دیکھا سفید یونیفارم پہ پنک دوپٹہ اوڑھے موٹی سی چوٹی دائیں کاندھے پہ جھول رہی تھی جبکہ دوسرے کاندھے پہ شولڈر بیگ ڈالے وہ چہرے پہ ڈھیروں معصومیت اور پریشانی سمیٹے اس سے استفسار کر رہی تھی، عمر نے ایک لمحہ کو رک کر اسے دیکھا اور دوبارہ اپنے کام میں مگن ہوتے ہوئے بولا۔

"سوری آج میری کہیں اور اپائنٹمنٹ ہے پھر مجھے وہاں سے آفس بھی جانا ہے تم طاہر کے ساتھ چلی جاؤ۔" ساتھ ہی مشورہ حاضر تھا۔

"مگر عمر بھیا وہ بی جان....." اس نے دوبارہ کہنے کے لئے منہ کھولا تو عمر نے غصے میں ماؤس ٹیبل پہ پٹخ دیا اس کے غصے کو دیکھ کر وہ الٹے قدموں واپس چلی گئی، چہرے پہ پھیلتے آنسوؤں کو اس نے بے دردی سے پونچھا اور طاہر کو پورٹیکو میں کھڑا دیکھ کر وہ بھاگتی ہوئی اس کے پاس چلی گئی جہاں وہ اپنی موٹر بائیک صاف کرنے کے بعد اب اسے اسٹارٹ کر رہا تھا اور اسے ڈر تھا کہ کہیں وہ بھی نہ چلا جائے اور اگر وہ بھی یونیورسٹی چلا گیا تو وہ کالج کس کے ساتھ جائے گا۔

"طاری بھیا!" اس نے دور سے اسے پکارا۔

"طاری بھیا!" وہ پھولی سانسوں سے بھاگتی ہوئی اس کے پاس پہنچی تھی۔

"آپ مجھے کالج ڈراپ کر دیں گے۔" اس نے آنسو بھری آنکھوں سے اس سے پوچھا اسے ڈر تھا کہ مبادا کہیں طاہر بھی انکار نہ کر دے۔

"ہنی تم رو رہی ہو۔" طاہر نے اسے جواب دینے کی بجائے آنکھوں میں بھرے آنسو دیکھ کر سوال کر ڈالا۔

"نہیں تو بھیا وہ رات کو نیند صحیح سے نہیں آئی ناں تو آنکھوں سے پانی بہہ رہا ہے۔" اس نے آنکھیں پونچھتے ہوئے بہانہ بنایا۔

"نہیں پہلے تم مجھے سچ بتاؤ ورنہ میں تمہیں کالج نہیں لے کر جاؤں گا۔" طاہر نے اسے نہ لے جانے کی دھمکی دی تو وہ فوراً بول اٹھی۔

"میں عمر بھیا سے صرف یہ پوچھنے گئی تھی کہ آپ مجھے کالج ڈراپ کر دیں گے تو پہلے انہوں نے انکار کر دیا اور پھر ڈانٹ بھی دیا۔" اصل بات بتاتے ہوئے اس کی آنکھوں سے دوبارہ آنسو نکل آئے۔

"بے وقوف ہو تم بس اتنی چھوٹی چھوٹی بات پر روتے نہیں ہیں ہو سکتا ہے عمر بھیا واقعی

مصروف ہوں چلو اب بیٹھو ایسا نہ ہو تمہارے ساتھ مجھے بھی یونیورسٹی سے دیر ہو جائے۔'' طاہر نے اس کے گال تھپکتے ہوئے اسے ڈھیر ساری تسلی اور دلاسے دیتے ہوئے بیٹھنے کو کہا اور بائیک آگے بڑھا دی، عمر کی ڈانٹ، پھر طاہر کی تسلی دلاسے کے بعد ٹریفک کے اژدھام سے نمٹ کر اس نے جس وقت کالج گیٹ پہ قدم رکھا تو بجنے میں دس منٹ رہ گئے تھے، وہ بھاگم بھاگ دو دو سیڑھیاں پھلانگتی جس وقت سیکنڈ فلور پہ بنی اپنی کلاس میں پہنچی تو اسے دروازے میں رکنا پڑ گیا کیونکہ کلاس میں اس وقت روسٹرم کے پاس کھڑے پرنسپل کے کوئی اور تھا۔

''مے آئی کم ان سر!'' اس نے پرنسپل سے اجازت چاہی۔

''یس کم ان۔'' پرنسپل صاحب نے اسے اندر آنے کی اجازت دی تو وہ قدم بڑھتے ہی نو وارد کا چہرہ سامنے تھا۔

''عمر بھیا!'' اس کے لبوں سے بے آواز نکلا وہ حیرت سے کھڑی رہ گئی تو یہ تھی وہ اپائنمنٹ جس کا عمر عباس نے ذکر کیا تھا، اسے یکدم کم مائیگی کا احساس ہوا وہ سوچ رہی تھی اگر عمر نے کالج ہی آنا تھا تو اسے ساتھ لانے میں کیا قباحت تھی لیکن یہ سوال عمر عباس سے نیہا سلیمان ساری زندگی نہیں کر سکتی تھی، اس کے یکدم رکنے اور ساکت نظروں سے عمر کو دیکھنے پر پرنسپل نے ناگواری سے اس کی طرف دیکھا اور اس کی سیٹ کی طرف اشارہ کیا۔

''پلیز مس نیہا ٹیک یور سیٹ۔'' وہ یکدم ہوش میں آ کر تیزی سے اپنی سیٹ کی طرف بڑھ گئی عفرا اور عمر بھی پرنسپل صاحب کی ناگواری اور اس کی تحیر بھری نظروں کو محسوس کیا تھا۔

''کہاں غائب تھیں اتنی دیر سے میسج کر کے میری انگلیاں گھس گئیں۔'' اس کے بیٹھتے ہی ساتھ بیٹھی عفرا نے اس کی پسلی میں کہنی ماری۔

''آہ۔'' اس کے منہ سے بے ساختہ آہ نکلی تھی۔

''خیریت نیہا!'' اس کی آہ کلاس کی خاموشی میں واضح سنائی دی تھی، جبھی پرنسپل نے فوراً پوچھ لیا۔

''نو سر ناٹ ایٹ آل آئی ایم فائن۔'' اس نے تکلیف نظر انداز کر کے مسکرا کر باقاعدہ کھڑے ہو کر انہیں وضاحت دی تھی۔

''پلیز سٹ ڈاؤن۔'' پرنسپل صاحب نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور بیٹھتے بیٹھتے اس نے عفرا کے پاؤں پہ جوتا مار کر بدلہ لے لیا، بے چاری عفرا لب بھینچ کر رہ گئی لیکن اف تک نہ کر سکی، یہ سارا کھیل عمر عباس کی نگاہوں سے مخفی نہ رہ سکا تھا، ان دونوں کی سادگی اور شرارت پر اسے بے ساختہ ہنسی آئی جسے اس نے سرعت سے لبوں میں سمیٹ لیا، تھوڑی دیر بعد پرنسپل صاحب چلے گئے، تو روسٹرم پہ کھڑے عمر نے اک طائرانہ نگاہ ڈالی اور نیہا کو نظر انداز کر کے کہا۔

''جی تو کلاس آج صرف تعارف ہو جائے کیونکہ آپ لوگ میرے لئے اجنبی ہیں اور میں آپ کے لئے تو کیوں نہ پہلے اجنبیت کی دیوار گرا دی جائے۔

''میرا نام عمر عباس ہے میرا اپنا مارکیٹنگ کا بزنس ہے، میں نے ایم بی اے پنجاب یونیورسٹی سے کیا ہے پرنسپل صاحب میرے بابا کے بہت اچھے دوست ہیں سو انہی کے اصرار پہ آج میں آپ لوگوں کے سامنے ہوں۔'' سحر انگیز انداز میں بولتا پوری کلاس پہ وہ حقیقتاً سحر طاری کر گیا تھا، لڑکیاں اس کی سحر انگیز شخصیت کے ساتھ اس کے لب و لہجے سے متاثر لگ رہی تھیں۔



''جی جناب یہ تو تھا میرا تعارف کلاس اب آپ کا تعارف ہو جائے، کیا خیال ہے۔'' اس نے بھی سانس بھر کر کلاس کی طرف اشارہ کیا تو تمام لڑکیاں جی جان سے اپنا تعارف کروانے لگیں یوں آج کی کلاس صرف تعارف کی نظر ہو گئی تھی۔

☆☆☆

وہ جس وقت گھر پہنچی عباس ہاؤس سناٹے میں ڈوبا ہوا تھا، لان میں لگے آم کے درخت پہ بیٹھی کوئل کوک رہی تھی یا پھر سامنے بنے بادام کے درخت پہ بیٹھی چڑیاں چوں چوں کر رہی تھیں، شاہ خاور آسمان کے سینے پر اپنی کرنوں کا دربان بجائے بیٹھا تھا، وہ سیدھی بی جان کے کمرے میں چلی گئی بی جان حسب معمول نماز کے بعد اپنی تسبیحات پڑھ رہی تھیں۔

''السلام علیکم بی جان!'' ان کے گلے میں دونوں بانہیں ڈال کے انہیں زوردار سلام کیا تو بی جان جو وظیفے میں منہمک تھیں اس کی آواز اور گلے میں بانہیں ڈالنے پر یکدم ڈر گئیں، انہوں نے مصنوعی خفگی سے اسے دیکھا اور پیشانی چوم لی۔

''بی جان کھانا کھا لیا آپ نے؟'' اس نے محبت سے ان کے دونوں ہاتھ تھامتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں بیٹا کھا لیا شوگر کے مرض نے تو مجھ بھوکا کچھ زیادہ ہی بھوک چمٹا دی۔'' بی جان نے جھنجھلاتے ہوئے اسے بتایا۔

''ہوں ہوں ایسے نہیں کہتے لاڈو رانی ہر چیز خدا کی نعمت ہوتی ہے۔'' نیہا نے بی جان کے انداز میں انہیں تنبیہ کرتے ہوئے انہی کے الفاظ دہرائے وہ جب موڈ میں ہوتیں تو نیہا کو لاڈو رانی کہہ کر پکارتی تھیں، بی جان یکدم مسکرا دیں۔

''چل ہٹ شریر اب بڑھیا کو لاڈو رانی سہے گی۔''

''ہائیں بی جان آپ بوڑھی کب سے ہو گئیں۔''

''کیا مطلب؟'' بی جان نے دائیں ابرو اچکاتے ہوئے خفگی سے دیکھا تو وہ گڑبڑا گئی۔

''بھئی میرا مطلب ہے آپ عباس ہاؤس کو ملکہ الزبتھ ہیں تو کم از کم عباس بھیا اور طاری بھیا کے بیاہ تو آپ کو اپنے ہاتھ سے کرنے ہوں گے ناں آفٹر آل پرنس چارلس کے بیٹے کی شادی بھی تو ملکہ الزبتھ نے اپنے ہاتھ سے کی ہے تو پھر آپ کا بھی تو رائٹ بنتا ہے ناں۔''

''چل ہٹ یہاں سے۔'' بی جان نے خفگی سے اسے دور دھکیلا۔

''خدا بس مجھے میرے بچوں کی خوشیاں دکھا دے اور اپنے گھر کی زیارت کروا دے بس اور کچھ نہیں چاہیے مجھ گناہ گار کو اس رب سے۔'' بی جان نے نہایت رقعت سے کہا تو نیہا خاموشی سے اٹھ گئی۔

''بہی کھانا کھا لینا بیٹا۔'' اسے دروازے سے نکلتے دیکھ کر بی جان نے حسب معمول ہدایت دی تو وہ سر ہلاتی باہر نکل گئی، وہ جس وقت کمرے میں داخل ہوئی سائیڈ ٹیبل پہ بلنگ کرتے موبائل پہ اس کی نظر گئی عفرا کالنگ لکھا ہوا تھا اس نے یس کا بٹن دبایا۔

''شکر ہے خدا کا ورنہ میں تو سمجھی تھی آج عمر بھیا کے خوف سے نیہا سلیمان وفات پا چکی ہیں۔''

''کیا مطلب۔'' نیہا نے تپ کر کہا۔

''آج کلاس میں اکاؤنٹس کے پروفیسر کی شکل میں عمر بھیا کو دیکھ کر تو مانو میری جان نکل گئی اور رہی سہی کسر تمہارے اڑے حواسوں نے پوری

کردی تھی۔'' عفرا نے کھلکھلا کر کہا۔

''جبھی میں سوچ رہی تھی آج عفرا کے چہرے پہ پونے تین کے بجائے بارہ کیوں بج رہے ہیں۔'' نیہا نے بدلہ چکایا۔

''اچھا پلیز سیز فائر یہ بتاؤ کیا واقعی عمر بھیا نے ہمیں اکاؤنٹس پڑھانے کا ٹھیکہ اٹھالیا ہے۔'' عفرا کے لفظ ٹھیکے پر نیہا کی ہنسی نکل گئی اور پھر تھوڑی دیر میں بھوک اور لاپرواہی سے شاور لینے کی خواہش کو بھول کر بیڈ پہ لیٹی عفرا سے باتوں میں مگن ہوگئی۔

آج چھٹی کا دن تھا، عمر کی موجودگی کی بدولت آج بی جان اپنے گھٹنوں کی تکلیف کو نظر انداز کر کے خود کچن میں کھڑی تھیں، صبح کالج اور پھر وہاں سے آفس جانے کی وجہ سے عمر کی مصروفیت بڑھ گئی تھی اس کی آمد گیارہ بارہ بجے تک ہوتی تھی اس لئے آج ناشتے میں بی جان نے خصوصی اہتمام کیا تھا اسی اہتمام میں انہوں نے نیہا کے علاوہ پڑوس میں رہتی عفرا کو بھی انوائیٹ کیا تھا، لیکن بقول عفرا کے بی جان کا یہ انوٹیشن کھانے سے زیادہ اپنی مدد کا تھا، عمر اپنے کمرے میں شاور لے رہا تھا اور طاہر باہر لان میں بیٹھا اپنے دوست سے موبائل پہ بات کر رہا تھا، ساتھ ہی گود میں رکھے اخبارات پر بھی اس کی نظر تھی، مگر تیسرا کام جو وہ سب سے چوری چھپے کر رہا تھا، وہ تھا لان میں کھلنے والے دروازے سے عفرا کو دیکھنا، عفرا تندہی سے سوجی بھوننے میں مصروف تھی، سوجی بھون کر اس نے پلیٹ میں رکھے بادام اور پستے اٹھا کر دو چار منہ میں ڈالے اور باقی حلوے میں ڈال دیئے لیکن اپنی اس حرکت پر وہ بی جان کی طرف دیکھنا نہ بھولی تھی اس کی یہ حرکت دیکھ کر طاہر بے ساختہ مسکرا دیا، تھوڑی دیر میں ناشتہ تیار ہو چکا تھا، آلو کی بھجیا چھولے سالن، سوجی کا حلوہ اور خستہ گرم کچوریاں، بی جان عمر کا انتظار کر رہی تھیں، تھوڑی دیر میں عمر شاور لے کر نیچے پہنچا تو سب ہی ڈائننگ ٹیبل پہ بی جان کے حکم کے مطابق عمر کے انتظار میں ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھے تھے۔

''گڈ مارننگ ایوری باڈی اینڈ السلام علیکم بی جان!'' وہ نیہا طاہر اور عفرا کو گڈ مارننگ کہہ کر بی جان کے سامنے سلام کرتے ہوئے سر جھکا گیا، بی جان نے سلام کا جواب دینے کے ساتھ محبت سے اس کی پیشانی چوم لی، وہ بی جان کے ساتھ والی چیئر گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

''عمر بیٹا تم نے اپنے آپ کو کتنا مصروف کر لیا ہے کتنا کمزور ہوگیا ہے میرا لعل۔'' بی جان نے محبت سے پیشانی پہ گرے اس کے بال سمیٹے اور پیلا بھی، عفرا نے بیچ میں لقمہ دیا تو نیہا اور طاہر کے ساتھ عمر کے لبوں پر بھی مسکراہٹ آ گئی، اس کے چہرے پہ پھیلتی مسکراہٹ دیکھ کر جہاں نیہا حیران تھی وہیں عفرا کی زبان میں پھر کھجلی ہونے لگی اس نے مصنوعی حیرت سے آنکھیں ٹپٹپاتے ہوئے کہا۔

''عمر بھیا آپ نے ٹیکس بھر دیا۔'' اس کے غیر متوقعہ سوال پہ جہاں عمر کا لقمہ بناتا ہاتھ رک گیا وہیں نیہا اور طاہر نے الجھن بھری نظروں سے عفرا کو دیکھا۔

''کیسا ٹیکس؟''

''سنا ہے گورنمنٹ نے ہر چیز پر ٹیکس لگا دیا ہے۔'' اس نے ایک اور غیر متوقعہ سوال کیا۔

''تمہارا مطلب کیا ہے عفی؟'' عمر کے عفی کہنے پر پانی پیتی عفرا کو اچھو لگ گیا، کیونکہ عمر اسے ہمیشہ عفرا کہتا تھا نیہا اور طاہر بے شک عمر میں زیادہ تفاوت نہ ہونے کی وجہ سے اسے عفی کہتے تھے، اس لئے آج جب عمر نے عفی کہا تو عفرا کو اچھو لگنا لازمی امر تھا، ساتھ بیٹھی نیہا نے اس کی کمر سہلانے کے بہانے اسے دھموکا کر چٹکی کاٹ کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا لیکن وہ عفرا ہی کیا جو مان جائے۔

''میرا مطلب ہے آج کتنے مہینوں بعد مسکراہٹ نے آپ کے چہرے پر جلوہ بکھیرا ہے ناں تو میں سمجھی تھی شاید گورنمنٹ نے آپ کی مسکراہٹ پر بھی ٹیکس لگا دیا ہے۔'' اور عفرا کی وضاحت پر جہاں طاہر اور عمر کا چھت پھاڑتا قہقہہ گونجا تھا وہیں بی جان بھی اپنی ہنسی نہ چھپا سکی تھیں، ایک نیہا تھی جو خاموش تماشائی بنی بیٹھی تھی، وہ سوچ رہی تھی عمر عباس اس کی باتوں پر ہنسا تو درکنار مسکراتا تک نہیں اور آج عفرا نے نہ صرف اسے مسکرانے بلکہ قہقہہ لگانے پر مجبور کر دیا ہے، عمر نے کن انکھیوں سے خاموش بیٹھی نیہا کو دیکھا اور دوبارہ عفرا کے ساتھ باتوں میں مگن ہو گیا جبکہ نیہا کا دل چاہ رہا تھا سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر بھاگ جائے نجانے کیوں وہ اپنے آپ کو اتنا اکیلا محسوس کر رہی تھی۔

☆☆☆

الفاظ کے جھوٹے بندھن میں
راز کے گہرے
پردوں میں
ہر شخص محبت کرتا ہے
حالانکہ
محبت کچھ بھی نہیں
سب جھوٹے رشتے ناطے
ہیں
سب دل رکھنے کی
باتیں ہیں
کب، کون کسی کا ہوتا ہے
سب اصلی روپ
چھپاتے ہیں
احساس سے خالی لوگ یہاں
لفظوں کے تیر چلاتے ہیں
اک بار نظر میں
آ کر وہ پھر ساری عمر رلاتے ہیں
یہ عشق و محبت
مہر و وفا
سب رسمی رسمی باتیں ہیں
ہر شخص
خودی کی مستی میں
بس
اپنی خاطر جیتا ہے

وہ..... وہ خود ترسی کا شکار ہو رہی تھی، آنسو پلکوں سے بغاوت کر کے چہرے پہ ٹھہر گئے تھے، کمرہ نیم تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا وہ اپنی رائٹنگ ٹیبل پہ ڈائری کھولے بیٹھی تھی، اس نے لبوں کو سختی سے بھینچ رکھا تھا، اس پل وہ خود اذیتی کی انتہا پہ تھی، احساس محرومی اس پل بہت شدت سے حاوی ہوا تھا، چڑیا کی طرح چہچہاتی اور پھول کی سی تروتازگی رکھنے والی وہ معصوم لڑکی ماں باپ کی کمی کو محسوس کر کے اس پل کملایا ہوا گلاب لگ رہی تھی، بی جان اور طاہر عباس کے علاوہ عفرا کی محبت اپنی جگہ بے پایاں خالص اور بھرپور تھی مگر یہ حقیقت تھی کہ عمر کی بڑھتی منزلوں کے ساتھ نیہا عمر عباس کے رویے کو بہت شدت سے محسوس کرنے لگی تھی عمر کا لیا دیا انداز، اس کی ذات سے بے نیازی برتنا وہ جہاں موجود ہوتی اس جگہ سے کترا جانا نہ جانے کیوں اس پل بہت شدت کے ساتھ یاد آ رہا تھا، وہ رونے کے شغل میں مصروف تھی جبھی کوئی دھاڑ سے دروازہ کھول کے اندر داخل ہوا تھا ساتھ ہی کمرے کی فینسی لائٹس کھٹا کھٹ کمرہ کو روشنیوں میں نہلا گئیں، نیہا نے

سرعت سے رخ موڑ کر آنسو چھپائے مگر عفرا دیکھ چکی تھی، اس نے دھیرے سے دروازہ بند کیا پھر دھیرے دھیرے چلتی ہوئی اس کے قریب آئی اور شانے سے پکڑ کر اس کا رخ اپنی طرف کرلیا، نیہا نے نگاہ اٹھا کر عفرا کو دیکھا اس کی آنکھوں میں کوئی سوال نہ تھا لیکن بہن جیسی دوست کا کاندھا پاتے ہی وہ بھر بھری مٹی کی طرح ڈھے گئی اور اس سے لپٹ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی، اس کے رونے پر عفرا کی آنکھیں بھی نم ہونے لگی، مگر اس نے نیہا کو رونے دیا تھا، کافی دیر بعد جب وہ رو کر تھک گئی تو خاموش ہو گئی اور اسی خاموشی سے الگ ہو گئی، عفرا نے بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پہ رکھے جگ میں سے پانی نکالا اور اس کی طرف بڑھا دیا، نیہا خاموشی سے گلاس تھام کر گھونٹ گھونٹ پینے لگی، پانی پی کر اس نے گلاس عفرا کی طرف بڑھایا تو عفرا نے ایک ہاتھ سے گلاس تھاما اور دوسرے ہاتھ سے اس کا ہاتھ تھام کر بیڈ پہ بٹھا دیا، خود وہ اس کے پاس نیچے بیٹھ گئی، یہ اس کی محبت کا خاص انداز تھا جب بھی اسے نیہا سے کوئی خاص بات یا کوئی دکھ تکلیف شیئر کرنا ہوتا تو وہ اسی طرح بیٹھتی تھی۔

''اب بتاؤ کیوں رو رہی تھی؟''

''کچھ نہیں۔'' نیہا نے اسے ٹالا لیکن عفرا نے نظر انداز کر دیا۔

''ہنی میں نے کہا تم کیوں رو رہی تھیں؟''

''بس ایسے ہی۔''

''ایسے ہی تو کوئی نہیں روتا۔'' عفرا نے ایک بار پھر اس کا بودا جواز ترک کر دیا۔

''ماما پاپا یاد آ رہے تھے۔'' نیہا نے ایک اور بہانہ بنایا۔

''اوں ہوں میں یہ نہیں مان سکتی کہ انکل اور آنٹی کی یاد میں اس شدت سے رویا جا رہا تھا اب فٹافٹ سچ بتا دو ورنہ پھر میں رونا شروع کر دوں گی۔'' اس نے ایک بار پھر نیہا کے اس جواز کو بھی خوبصورتی سے ٹال دیا، نیہا چپ ہو گئی۔

''عمر بھیا کے رویئے کی وجہ سے رو رہی ہو ناں۔'' اس کے قیاس پہ نیہا نے نچلا لب کچل ڈالا دو آنسو لڑھک کر اس کے گالوں پہ آٹھہرے۔

''وہ میرے ساتھ ہمیشہ ہی ایسے کرتے ہیں عفی بچپن سے آج تک میں نے ان کو اپنے ساتھ نہ کبھی ہنستے دیکھا ہے نہ مسکراتے بلکہ مجھے دیکھتے ہی ان کے لبوں کی مسکراہٹ تک سمٹ جاتی ہے، مبادا میری نظر ہی نہ لگ جائے ان کی مسکراہٹ کو۔'' آخری جملہ اس نے تپ کر کہا تو عفرا ہنستی چلی گئی۔

''تم ہنس کیوں رہی ہو؟'' نیہا نے کڑے تیوروں سے اسے دیکھا۔

''ہنسوں نہیں تو کیا روؤں ارے میری سویٹ فرینڈ، میری ہنی میرا ابٹر، میرا املیٹ عمر بھیا ہیں ہی اتنے ہینڈسم، ڈیسنٹ اور گریس فل کہ ان کو کسی کی بھی نظر لگ سکتی ہے خاص طور پر تمہاری۔''

''کیوں میری کیوں؟'' نیہا نے تپ کر کہا۔

''کیونکہ تم ان کو اتنی حیرت بھری نظروں اور اگر مائنڈ نہ کرو تو ہونق بھری نظروں سے دیکھتی ہو کہ میری تو ہنسی نکل جاتی ہے البتہ عمر بھیا کی تیوریاں ضرور چڑھ جاتی ہیں۔'' بے تحاشہ ہنستے ہوئے جو وجہ عفرا نے بتائی اس پر نیہا نے گھور کر اسے دیکھا اور پاس رکھا تکیہ اٹھا کر اس پہ دھنا دھن برسانا شروع کر دیا۔

☆☆☆

''I am a barbie girl۔'' فل والیوم میں سونگ تھا، گلابی کلر اسکیم سے سجا کمرہ نفاست کے ساتھ اپنے مکین کے خوابوں کا منہ



بولتا ثبوت تھا، نیہا نے نیٹ کی وائٹ میکسی پہنی ہوئی تھی جس کے گلے پہ موتیوں اور نگوں کا بہت خوبصورت کام بنا ہوا تھا، اس کی آستین چوڑی دار تھیں اس نے ڈریسنگ ٹیبل پہ طائرانہ نگاہ ڈال کر اپنی مخصوص لپ اسٹک اٹھائی اور فائنل ٹچ دیا، لپ اسٹک کا فائنل ٹچ کے بعد کمرہ Desiv کی خوشبو سے مہکنے لگا تھا، وہ بیڈ پہ رکھا دوپٹہ اٹھانے کے لئے جھکی تو سیاہ سلکی بالوں نے لہرا کر اس کے چاند چہرے کو اپنی اوٹ میں کرلیا، جبھی عمر جو اسے یہ بتانے آیا تھا کہ سب لوگ گاڑی میں بیٹھ چکے ہیں، صرف وہ اور عفرا ہی باقی رہ گئی تھیں، آج بی جان کے بھانجے کی بیٹی کی شادی تھی جس میں وہ سب مدعو تھے، شیشے کے سامنے کھڑی نیہا کو دیکھ کر اس کے قدم تھم گئے، وہ اس وقت اپنے معصوم حسن اور لباس سے بالکل بار بی ڈول لگ رہی تھی نیہا نے اس کے تھمے قدم محسوس نہیں کیے تھے۔

''سوری عمر بھیا بس آ رہی ہوں۔'' تیزی سے بیڈ پہ سے دوپٹہ اٹھا کر وہ عمر سے پہلے ہی کمرے سے نکل آئی مبادا عمر سے ڈانٹ نہ پڑ جائے، اس نے گھٹنوں کے پاس سے چٹکیوں کی مدد سے اپنی میکسی اٹھائی ہوئی تھی، جبھی سامنے سے اسی کے جیسی نیٹ کی پنک میکسی پہنے عفرا آتی نظر آئی، پورٹیکو میں کھڑی گاڑی میں بیٹھا طاہر جھنجھلا کر اندر آیا تو دونوں کو ایک جیسا تیار دیکھ کر وہ یکدم ٹھٹک گیا، عمر جو اوپری سیڑھیوں سے نیچے آ رہا تھا، اس نے طاہر کا ٹھٹکنا صاف محسوس کیا تھا، اب یہ ٹھٹکنا عفرا کے لئے تھا یا نیہا کو دیکھ کر عمر عباس اس سے لاعلم تھا۔

''میں کیسی لگ رہی ہوں طاری بھیا؟'' نیہا نے کھلکھلا کر پوچھا۔

''میری بہن بالکل پرنسس، اوں نہیں بلکہ......'' اس کے رکنے پر نیہا نے چونک کر اسے دیکھا۔

''باربی ڈول لگ رہی ہے۔'' طاہر نے انتہائی محبت سے بھائیوں کی شفقت لیے اس کے سر پہ ہاتھ رکھا تو نہ جانے کیوں عمر کا رکا سانس یکدم بحال ہو گیا وہ اپنی کیفیت سے اس پل خود بھی انجان تھا۔

''اور میں؟'' عفرا نے طاہر کی توجہ اپنی طرف دلائی طاہر نے اس کی طرف رخ موڑا عفرا کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں ستاروں جیسی چمک آ گئی لیکن وہ شرارت پہ آمادہ تھا۔

''عمر بھیا یہ کون ہیں بلیک بیوٹی یا بل بتوڑی۔'' اس نے کن اکھیوں سے عفرا کو دیکھتے ہوئے عمر کو مخاطب کیا۔

''طاہر آئی ول کل یو۔'' عفرا اس کی شرارت سمجھ گئی تھی دونوں مٹھیاں بھینچ کے اس نے اپنا غصہ دبایا۔

''طاری بھیا!'' نیہا نے منہ بسورا وہ بھی اس کی شرارت سمجھ گئی تھی۔

''نیہا مجھے ڈر لگ رہا ہے ایسا نہ ہو رات کو سوتے میں ڈر جاؤں کیونکہ سنا ہے رات کے وقت اگر چھل پیری دیکھ لو تو ڈروانے خواب آتے ہیں۔'' طاہر نے اسے دوبارہ چھیڑا تو عمر نیہا کو اشارہ کرتا پورٹیکو کی طرف بڑھ گیا، جہاں بی جان اور عفرا کے پیرنٹس ان کے باہر آنے کے منتظر تھے، عمر اور نیہا کو باہر جاتا دیکھ کر عفرا بھی باہر کی طرف بڑھی تو طاہر نے یکدم اس کی کلائی تھام لی۔

''چھوڑو میرا ہاتھ۔'' عفرا نے خفگی سے کہتے ہوئے کلائی چھڑانا چاہی۔

''ناراض ہو گئیں۔''

''ہاں تو نہیں ہونا چاہیے کیا؟'' عفرا نے منہ پھیرا۔



CamScanner

"یار میں تو مذاق کر رہا تھا۔" طاہر نے اس کا رخ اپنی طرف موڑا۔

"یو آر سو بیوٹی فل اینڈ ویری پریٹی بس۔" عفرا کی تسلی نہیں ہوئی تھی ان لفظوں سے سو اس نے بھی اسے تنگ کرنا چاہا۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں یار کسی کا بھی ایمان لوٹ سکتی ہو تم اس وقت اور مجھے لگ رہا ہے کہ کہیں میں باہر جانے کے بجائے تمہیں....." معنی خیزی سے جملہ ادھورا چھوڑا تو عفرا کے صحیح معنوں میں چھکے چھوٹ گئے اس نے ہراساں نظروں سے باہر کی طرف دیکھا اور پھر طاہر کو جہاں شوق کا ایک جہاں آباد تھا، عمر کے تیز ہارن بجانے پر عفرا تیزی سے باہر لپکی اور ہائی ہیل سے ممکن تھا وہ زمین بوس ہو جاتی طاہر نے اسے یکدم تھام لیا، وہ کرنٹ کھا کر سیدھی ہوئی اور دھڑ دھڑ کرتے دل کو سنبھالتی تیزی سے باہر نکلتی چلی گئی اور طاہر عباس اس کی حیا و گھبراہٹ اور خوبصورتی کو محسوس کر کے دھیرے سے مسکرا دیا۔

☆☆☆

شام کی سنہری دھوپ یکدم سیاہ بادلوں میں چھپ گئی تھی، دھوپ اور بادلوں کی آنکھ مچولی نے شام کے خوبصورت منظر کو حسین تر بنا دیا تھا، نیہا کا دل بے اختیار سائیکلنگ کرنے کو چاہنے لگا اس نے ایک نظر اپنے لباس پہ ڈالی بلیک ڈھیلے ڈھالے ٹراؤزر پہ وائیٹ اپنے سے کئی گنا بڑی شرٹ پہنے وہ اس میں چھپ سی گئی تھی، گلے میں بلیک کلر کا اسکارف ڈالا ہوا تھا، عفرا کو میسج کر کے وہ باہر آ گئی، تھوڑی دیر میں سائیکل لے کر عفرا بھی باہر نکل آئی، اسے معلوم تھا عفرا سائیکل چلاتی نہیں بلکہ سائیکل کو ڈانس کرواتی ہے پھر بھی وہ اس کے بغیر کبھی بھی سائیکلنگ نہیں کرتی تھی، عفرا کے ساتھ تیز تیز سائیکل چلاتی وہ عفرا سے آگے نکل گئی، بلاک کے اختتام پر اس نے سائیکل روک کر مڑ کے دیکھا تو عفرا اسے گالیوں سے نوازتی سائیکل کو بے تحاشہ بیل کی طرح چلاتی اس کی سمت آ رہی تھی نیہا کی بے ساختہ ہنسی نکل گئی مگر پھر اس کی ہنسی کو یکدم بریک لگ گیا، نجانے کس بنگلے سے باہر نکلتی وائٹ کرولا عفرا کی سائیکل سے ٹکرائی تھی بلکہ ٹکرائی تو کیا تھی صرف ٹچ ہوئی تھی مقابل نے تیزی سے بریک لگایا تھا، لیکن ڈولتی سائیکل کے ساتھ عفرا پھر بھی زمین بوس ہو گئی تھی، نیہا تیزی سے سائیکل دوڑاتی اس کے پاس پہنچی، کار میں موجود شخص اب عفرا سے معذرت کر رہا تھا باوجود اس کے کہ غلطی عفرا کی تھی مگر وہ عفرا ہی کیا جو مان جائے۔

"آپ کو نظر نہیں آ رہا تھا یہ اونٹ کے جتنی لمبی گاڑی نکال کر سڑک پہ آنے سے پہلے آپ کو یہ نازک اندام حسین دوشیزہ نظر نہیں آئی۔" غصے کے باوجود انتہائی گاڑھی اردو میں اپنی تعریف پہ جہاں نیہا کی ہنسی نکل گئی وہیں مقابل کے چہرے پہ پھیلتی مسکراہٹ نے عفرا کو گویا پتنگے لگا دیئے تھے، بس پھر جو عفرا بی بی شروع ہوئی ہیں الامان الحفیظ، نیہا کو باقاعدہ ہاتھ جوڑ کر اسے خاموش کروانا پڑا تھا۔

"آئی ایم سوری سر اگین سوری سر آپ پلیز جا سکتے ہیں اس کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے اس لئے غصہ کر بیٹھی۔" نیہا نے مقابل سے معذرت کرتے ہوئے اس کی طبیعت کا بہانہ گھڑا تو عفرا اس شخص کے چھوڑ کر نیہا پہ چڑھ دوڑی۔

"کیسی معذرت کہاں کی معذرت۔" وہ شخص مسکراتے لبوں سے ان دونوں کی نوک جھونک انجوائے کرتا گاڑی میں بیٹھ کے یہ جا وہ جا اس کے جانے کے بعد عفرا نے دونوں ہاتھ جوڑے تو نیہا نے اچنبھے سے اسے ہاتھ جھاڑتے



ہوئے دیکھا۔

"جب تک سامنے والا ہار نہ مان لے ہمیں بھی زوردار مقابلہ کرنا چاہیے ہے ناں ہنی۔" اس کے آفریں خیالات سن کر نیہا کا دل چاہا اپنا سر پیٹ لے۔

"اب چلیں۔" نیہا نے عفرا سے پوچھا۔

"کہاں؟" نیہا نے بے خیالی میں پوچھا۔

"سائیکلنگ کرنے مس نیہا سلیمان۔" عفرا نے غصے سے دانت پیستے ہوئے اس کا پورا نام لیا تو نیہا اثبات میں سر ہلاتی سڑک کے کنارے گری اپنی سائیکل اٹھانے بڑھ گئی بلاک ایک نمبر کراس کر کے وہ لوگ بلاک دو میں داخل ہو چکی تھیں، نیہا نے سائیکل کی رفتار قدرے ہلکی کر لی تھی کیونکہ عفرا کی رفتار سیدھی سائیکل چلانے میں نہایت کم تھی بلاک نمبر دو کے آخر میں مسجد کے پاس ڈھلان تھی، یکدم نیہا نے عفرا کو سپیڈ بڑھانے کا اشارہ کیا اور خود سائیکل کو بھگانا شروع کر دیا، نیہا کو سائیکل بھگاتے دیکھ کر عفرا کو بھی جنون چڑھ گیا اور اس نے پیڈل پہ تیز تیز پیر مارنے شروع کر دیئے نتیجتاً ڈھلان پہ اسے اترتے ہوئے سائیکل بے قابو ہوئی اور عفرا سائیکل سمیت ڈھلان پہ سے پھسلتی چلی گئی، فضا نسوانی چیخ سے گونج اٹھی تھی نیہا نے پلٹ کر دیکھا عفرا سائیکل سمیت ڈھلان پہ اوندھے منہ گری ہوئی تھی، وہ سائیکل کو چھوڑ کر بھاگتی ہوئی عفرا کے پاس آئی تھی۔

"عفی عفی آنکھیں کھولو۔" اس نے عفرا کے گال تھپتھپائے تو عفرا سر ہلا کر رہ گئی، اس نے شکر ادا کیا وہ بے ہوش نہیں ہوئی تھی، جبھی سامنے سے آتی بلیک کرولا کو اس نے ہاتھ دیا تو وہ یکدم رک گئی، اس نے کھڑکی سے جھانکا تو گاڑی میں موجود عمر عباس کو دیکھ کر اسے سو والٹ کا کرنٹ لگا تھا۔

"وہ عمر بھا....." عمر عباس کو دیکھ کر اس کے لفظ ساتھ چھوڑنے لگے اس نے ہکلاتے ہوئے بتانا چاہا اتنی دیر میں عمر دروازہ کھول کے نیچے اتر آیا اس نے سڑک پہ گری عفرا کو دونوں بازوؤں میں اٹھایا اور پچھلی سیٹ پہ لٹا دیا، خود ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھ کر اس نے برابر والی سیٹ کا دروازہ کھولا تو پتھر بنی نیہا لڑکھڑاتے قدموں سے گاڑی میں بیٹھ گئی قریبی کلینک سے وہ عفرا کے پٹی کروا کے جب وہ لوگ واپس لوٹے تو رات کے آٹھ بج رہے تھے، عفرا کو نیہا کے سہارے چلتے دیکھ کر لاؤنج میں بیٹھے بی جان اور طاہر ایک ساتھ اس کی طرف بڑھے تھے، نیہا نے اسے نہایت آہستگی سے اسے صوفے پر بیٹھا دیا۔

"یہ کیسے ہو گیا ہنی یہ کیا ہوا ہے عفرا کو۔" بی جان کے اوسان خطا ہونے لگے تھے کیونکہ عفی حیدر اور ان کی اہلیہ عفرا کو بی جان کے حوالے کر کے اپنے بھائی سلیمان حیدر کے پاس اسلام آباد گئے ہوئے تھے۔

"وہ بی جان!" اس نے انگلیاں مروڑتے ہوئے بتانا چاہا عمر کا غضبناک چہرہ اسے ہی دیکھ رہا تھا، عفرا نے صورتحال کو سمجھتے ہوئے نیہا کو اشارے سے اپنے پاس بلایا اور اسے سہارا دینے کا اشارہ کیا، نیہا کے سہارے سے بیٹھتے ہوئے اس نے کہا۔

"بی جان اصل میں میرا سائیکلنگ کا بہت دل چاہ رہا تھا، تو میرے کہنے پہ نیہا مجھے سائیکل چلانا سکھا رہی تھی، بس بلاک ٹو کے آخر میں بنی مسجد کے پاس ڈھلان مجھے نظر ہی نہ آ سکی اور یکدم مجھے چکر آ گیا تو میں اپنے آپ کو سنبھال ہی نہ سکی۔" عفرا نے ساری بات اپنے اوپر ڈال کر نیہا کو عمر اور بی جان کے عتاب سے بچایا تو نیہا

حیرت سے اسے دیکھنے لگی، اس نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولنا چاہا تو نیہا نے اس کا ارادہ جان کر اس کا ہاتھ دبا کے زوردار چیخ ماردی۔

''کیا ہوا بیٹا کیا زیادہ تکلیف ہورہی ہے۔'' اس کے چیخنے پر بی جان گھبرا گئیں۔

''جی بی جان اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنے کمرے میں جاؤں۔'' عفرا نے معصومیت سے پوچھا (اس کا آج کل قیام نیہا کے کمرے میں تھا)۔

''ہاں ہاں ہنی بیٹا اسے کمرے میں لے جاؤ تاکہ یہ آرام کرلے۔'' عفرا نے نیہا کے کاندھے پر ہاتھ رکھا اور دھیرے دھیرے چلتی ہوئی اس کے ساتھ کمرے میں آگئی، کمرے کا دروازہ بند کرتے ہی اس نے نیہا کو پیچھے کیا اور ناب گھما کر لاک کر دیا اور اس وقت نیہا کی آنکھیں کھلی رہ گئیں جب عفرا ایک لمبی جست لگا کر بیڈ پہ گری اور بیڈ پہ گرتے ہی اس نے بھنگڑا ڈالنا شروع کر دیا نیہا ساکت و جامد اس کی ایکٹنگ دیکھتی رہ گئی تھی یعنی وہ سب ایک ڈرامہ تھا جو اتنی دیر سے نیہا باہر کری ایٹ کررہی تھی، نیہا کے دماغ میں یکدم سوچ لہرائی جبکہ حقیقت یہ تھی کہ عفرا سائیکل سے گری ضرور تھی لیکن چوٹ اس کے اتنی شدید نہیں لگی تھی جتنا وہ واویلا کررہی تھی، نیہا کی آنکھوں میں حیرت دیکھ کر عفرا نے کھلکھلا کر کہا۔

''ویسے تمہیں میری ایکٹنگ اور خود کو عمر بھیا کے عتاب سے بچ جانے پر مجھے آسکر ایوارڈ تو ضرور دینا چاہیے، چلو آسکر ایوارڈ نہ سہی داد ہی دے دو۔'' عفرا نے اس کی حیرت دور کرنے کے لئے مزاحاً طنز کیا تو نیہا نے اپنے بے وقوف بن جانے پر عفرا حیدر کو بطور آسکر ایوارڈ تکیہ سے دھنا دھن پیٹنا شروع کر دیا، کمرہ تکیہ کی دھنا دھن اور ان دونوں کے قہقہوں سے گونج اٹھا تھا۔

☆☆☆

بی جان نسیمہ بیگم اور دادا جان یعنی خاور عباس کو خدا نے ایک بیٹا اور ایک بیٹی سے نوازا تھا، بیٹا احمد عباس اور بیٹی ملیحہ عباس، احمد بڑا تھا اور ملیحہ اس سے دس سال چھوٹی تھی، احمد کی شادی انہوں نے اپنی بھتیجی نبیلہ سے کی تھی شادی کے سال بھر بعد خدا نے عمر عباس سے نواز دیا یوں عباس ہاؤس کو ایک جیتا جاگتا کھلونا مل گیا عمر اس وقت چار سال کا تھا جب ملیحہ کی شادی خاور عباس کے بھتیجے سلیمان حیدر سے ہوئی شادی کے سال بھر بعد ملیحہ کو خدا نے نیہا سے نواز دیا مگر بدقسمتی سے بیٹی کی خوشی ملیحہ کے نصیب میں نہیں تھی وہ نیہا کے پیدا ہوتے ہی مالک حقیقی سے جا ملی، شریک سفر کی جدائی سلیمان حیدر کو برداشت نہ ہوئی۔

نیہا کی پیدائش کے ایک ماہ بعد خدا نے احمد عباس کو ایک بار پھر اپنی نعمت طاہر عباس کی شکل سے نوازا، یوں احمد عباس کو دو بیٹے اور بیٹی کی شکل میں نیہا میسر آگئی، نیہا چار سال کی ہوئی تھی جب ماں باپ جیسے شفیق ماموں اور مامی پلین کریش میں چل بسے احمد اور نبیلہ کی وفات نے عمر عباس کو انتہائی چڑچڑا کر دیا تھا، پہلے جان چھڑکنے والی پھپھو چھوڑ کر گئیں پھر دادا بھی چل بسے اور ابھی وہ جب صرف دس سال کا تھا کہ ماں باپ کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا اسے نجانے کیوں چھوٹی نیہا سے چڑ ہونے لگی، ملیحہ کی شادی کے بعد اس نے بہت مشکل سے ایڈجسٹ کیا تھا، مگر نیہا کی پیدائش کے ساتھ ہی ملیحہ کی وفات نے اسے بری طرح جھنجھوڑ دیا، پھر جب چھوٹی نیہا دادا دادی کی آنکھ کا تارا بنی تو گویا عمر عباس پس منظر میں جانے لگا تھا لیکن اس پس منظر کا حصہ بننے سے پہلے ہی دادا بھی اسے چھوڑ گئے اسے وہ رات آج بھی یاد تھی جب انتقال سے ایک دن پہلے دادا نے اسے



اپنے پاس بلا کر پیار کیا اور پھر سینے سے لگا کر وہ کتنی دیر بے آواز روتے رہے، عمر نے کئی پل خاموشی سے گزار دیئے پھر اس نے ان کے سینے سے سر اٹھا کر اپنے ننھے ہاتھوں سے ان کے آنسو پونچھے تو انہوں نے صرف ایک ہی جملہ کہا۔

''عمر میری..... میری ہنی کا بہت خیال رکھنا بیٹا سارے رشتے چھوٹتے جارہے ہیں اس سے تم اپنی ایک ذات میں ان سارے رشتوں کو سمیٹ کر بہت محبت دینا بیٹا، دو گے ناں محبت میری ہنی کو۔'' پہلی مرتبہ دادا نے ہی اسے ہنی کے نام سے پکارا تھا پھر تو گویا وہ گھر بھر کے لئے ہنی بن گئی گو کہ عمر اسے نیہا ہی کہا کرتا تھا مگر کبھی کبھی بے اختیاری میں اس کے منہ سے بھی ہنی نکل جاتا دادا کے انتقال کے ٹھیک چار سال بعد احمد عباس اور نبیلہ کا بھی جب انتقال ہوا تو نیہا سلیمان سے ہونے والی چڑ آہستہ آہستہ نفرت میں بدلنے لگی اور یوں ہر رشتہ اور محبت کے چھن جانے کا محرک نیہا کو سمجھنے لگا گو کہ رشتہ چھننے کے بعد نسیمہ بیگم نے انہیں متاع حیات کی طرح سمیٹ لیا تھا، سلیمان حیدر کی وفات کے بعد ان کے بھائی علی حیدر نے بی جان کی بیوگی و تنہائی اور معصوم بچوں کی وجہ سے عباس ہاؤس کے برابر والا پلاٹ خرید کے اس پہ کام کروانا شروع کر دیا، حیدر ولا تیار ہوتے وقت جس چیز کو پیش نظر رکھا گیا تھا وہ تھی درمیان کی دیوار دونوں گھروں کے درمیان صرف ایک باڑ تھی اور آنے جانے کے لئے لکڑی کا نفیس دروازہ تعمیر کیا گیا تھا، ہفتے کے چار دن وہ ان کے گھر کھانا کھاتے تو باقی کے تین دن بصد اصرار بی جان کو اپنے گھر بلا لیا جاتا عمر کے سمجھدار ہونے تک علی حیدر نے ان کے بزنس کی نہایت ایمان داری سے دیکھ بھال کی تھی اور ملنے والا منافع بی جان کے ہاتھ پہ رکھتے رہے تھے اور اب عمر کے سمجھدار ہونے اور تعلیم مکمل ہونے کے ساتھ انہوں نے اس کا بزنس عمر کے حوالے کر دیا تھا، علی حیدر کی ایک ہی بیٹی تھی عفرا حیدر جو نیہا اور طاہر سے چھوٹی تھی لیکن رعب اپنے بڑے ہونے کا جھاڑتی تھی جس کو وہ لوگ بہت انجوائے کرتے عمر عباس کو وہ بالکل اپنی چھوٹی بہن لگتی تھی جبکہ طاہر عباس سے لڑکپن میں قدم رکھتے ہی اسے بہن ماننے سے انکار کر دیا کیونکہ دل کی دھڑکنوں نے اپنی لے بدل لی تھی۔

☆☆☆

آج عباس ہاؤس میں خفیہ میٹنگ تھی، بی جان کے کمرے میں علی حیدر، اسماء حیدر اور عمر عباس موجود تھے، کمرے کا دروازہ بہت دیر سے بند تھا، نیہا طاہر اور عفرا کے اندر آنے پہ پابندی تھی، عفرا اس خفیہ میٹنگ پہ جلتی بھنتی لاؤنج میں مستقل پریڈ مارچ کررہی تھی، اس کے برعکس نیہا اور طاہر پرسکون انداز میں صوفے پہ بیٹھے ہوئے تھے گویا انہیں اطمینان تھا کہ اس خفیہ میٹنگ کا عقدہ جلد ہی کھل جائے گا، عفرا کو ان کے پرسکون انداز پہ رہ رہ کے تاؤ آرہا تھا، مستقل پریڈ مارچ کرتے ہوئے اس کی نظر یکدم لاؤنج میں کھلنے والے روشندان کی طرف گئی تو کسی خیال کے تحت اس کی آنکھیں چمک اٹھیں، اس نے لاؤنج میں رکھی سینٹرل ٹیبل گھسیٹ کر دیوار سے لگائی تو طاہر اور نیہا نے ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھا گویا پوچھ رہے ہوں یہ کرنا کیا چاہتی ہے طاہر نے ہونٹوں پہ انگلی رکھ کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا، سینٹرل ٹیبل کو دیوار سے لگا کر عفرا بھاگتی ہوئی اسٹور کی طرف گئی تھوڑی دیر بعد وہ اسٹول کے ہمراہ باہر آئی تو طاہر کے لبوں پہ مسکراہٹ دوڑ گئی، وہ اس کا پلان سمجھ گیا تھا، عفرا نے سینٹرل ٹیبل پہ اسٹول رکھا اور خود اس پہ چڑھ گئی اس کے

چڑھنے سے اسٹول ڈگمگایا مگر وہاں پرواہ کسے تھی، ابھی اسے اسٹول پہ چڑھے چند پل ہوئے تھے کہ دروازہ کھلنے کی آواز آئی، دروازہ کھلنے کی آواز پہ عفرا کے دل کے ساتھ پیر بھی ڈگمگایا اور وہ بد حواس ہوتی اسٹول سے نیچے آ رہی، طاہر تیزی سے گرتی عفرا کو سنبھالنے کے لئے لپکا لیکن اس سے پہلے ہی دروازہ سے باہر نکلتے عمر نے اسے گرنے سے بچانے کے لئے سہارا دے دیا تھا۔

''خیریت یہ سینٹرل ٹیبل اور اسٹول یہاں کس لئے آیا تھا۔'' عمر اس کی کاروائی سمجھ چکا تھا اور اس کی جیمز بانڈ والی حرکتوں سے بھی واقف تھا اس کے باوجود اس نے کڑے تیوروں سے پوچھا تو اس کے غصے سے عفرا یکدم ڈر گئی۔

''وہ عمر..... بھ..... بھ..... بھائی میں نیہا سے کہہ رہی تھی کہ ماسی سکینہ آج کل صحیح صفائی نہیں کر رہی اور روشندان پہ بہت مٹی اور جالے لگ گئے ہیں۔'' اس نے ہکلاتے ہوئے بہانہ تراشا جسے عمر عباس نے چٹکیوں میں اڑاتے ہوئے طنز کیا۔

''پھر صاف کر لئے تم نے مٹی اور جالے۔''

''کہاں بھائی!'' اس نے اپنی خفت مٹاتے اور خوف کو دور بھگاتے ناک پہ سی نادیدہ مکھی اڑائی۔

''ابھی تو میں جالے اور مٹی صاف ہی کر رہی تھی کہ طاری نے مجھے دھکا دے کر گرا دیا۔'' اس نے معصومیت سے آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے منہ بسورا تو اس قدر کھلی طوطا چشمی اور جھوٹ پر طاہر ہکا بکا رہ گیا۔

''نہیں بھائی یہ.....'' طاہر نے عمر کے سامنے اپنی پوزیشن کلیئر کرنی چاہی جسے عمر نے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا۔

''طاہر تم اندر جاؤ تمہیں بی جان بلا رہی ہیں اور نیہا تم جا کر چائے بناؤ سب کے لئے اور آپ عفرا بی بی یہ سارے جالے اور مٹی صاف کیجئے ابھی سمجھیں آپ میں خود چیک کروں گا آ کر۔''

''ج..... ج..... جی۔'' اس کے اس قدر صاف حکم پہ عفرا لڑکھڑاتی ہوئی پاس پڑے اسٹول پہ گر گئی، اس کے ساتھ اس وقت آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا والی مثال ہو گئی تھی، طاہر اس کی حالت اور عمر کے حکم پر اپنی ہنسی چھپاتا تیزی سے بی جان کے کمرے میں چلا گیا تھا، مبادا کہیں عمر کی نظر اس کی مسکراہٹ پہ نہ پڑ جائے، نیہا کچن میں چلی گئی جبکہ عمر اس کی ایکٹنگ پہ نچلا لب دباتا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا، پیچھے اکیلی رہ جانے والی عفرا نیہا کی دغا بازی اور عمر کے حکم پر ان دونوں کو کوستی اسٹول دوبارہ سینٹرل ٹیبل پہ رکھنے لگی۔

☆☆☆

وہ دونوں اسائنمنٹس مکمل کرنے میں بری طرح منہمک تھیں کیونکہ بقول عمر عباس کے جو کلاس میں اسائنمنٹ جمع نہیں کروائے گا وہ نہ صرف اس کا نام نوٹس بورڈ پہ لکھ دے گا بلکہ آٹھ دن اس کی کلاس اٹینڈ کرنے پہ پابندی ہو گی اور اسی دھمکی کی بدولت نیہا اور عفرا پوری طرح مگن تھیں، نیہا کی تو آدھی اسائنمنٹ تیار ہو چکی تھی باقی آدھی وہ مکمل کرنے والی تھی جبکہ عفرا نے صرف اسائنمنٹ فائل تیار کر کے انتہائی دیدہ زیب رائٹنگ میں بس اپنا نام لکھا تھا باقی پوری فائل خالی تھی کیونکہ اسے معلوم تھا نیہا اس کی فائل بھی مکمل کر دے گی پھر فائل پرے دھکیل کر میسج کرنے میں مگن ہو گئی، نیہا نے اسے عمر کی دھمکی سے ڈرانا چاہا جسے اس نے لاپرواہی سے ہاتھ ہلا کر نظر انداز کر دیا، جبھی دروازے پہ ہونے والی کھٹکے کی آواز پہ نیہا نے مڑ کر دیکھا، اسماء حیدر



اندر داخل ہو رہی تھیں، عفرا نے ماں کی شکل دیکھتے ہی موبائل تکیے کے نیچے چھپایا اور فائل اپنی طرف گھسیٹ لی بد حواسی میں اسے احساس ہی نہ ہوا کہ وہ نہ صرف فائل الٹی پکڑی ہوئی ہے بلکہ وہ فائل اس کی نہیں نیہا کی ہے۔

''کیا کر رہی ہو بیٹا تم لوگ؟'' اسماء حیدر نے بیڈ پہ بیٹھتے ہوئے ان سے پوچھا۔

''وہ ماما ہم لوگ اسائنمنٹ بنا رہی تھیں۔'' عفرا نے جھٹ کہا۔

''تو بنا لی بیٹا!'' اسماء حیدر نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''جی ماما!'' عفرا نے تابعداری کے ریکارڈ توڑے۔

''اچھا میری بیٹی اتنی جینئس ہے کہ فائل نہ صرف الٹی پکڑ کر تیار کر لیتی ہے بلکہ دوسروں کی فائل کو اپنے نام بھی کر لیتی ہے، لیکن بیٹا جانی اپنی چیز تو اپنی ہوتی ہے، دوسروں کی چیز پہ اپنے نام کا ٹیگ لگانے سے وہ چیز اپنی نہیں ہو جاتی۔'' اسماء حیدر نے اس کی گود میں رکھی الٹی فائل کو اٹھایا اور نیہا کی طرف بڑھا دیا، نیہا کی جہاں ہنسی نکل گئی وہیں عفرا کا سر خفت سے جھک گیا۔

''سوری ماما!''

''اٹس اوکے بٹ اب اپنی اسائنمنٹ بھی تیار کر لو تو زیادہ بہتر ہو گا ورنہ پھر تم نے بیچاری نیہا کا دماغ کھانا ہو گا، دیکھو ذرا اس لڑکی کے چکر میں پھنس کر اصل بات تو کرنا ہی بھول گئی۔'' اسماء حیدر نے پیشانی پہ ہاتھ مارتے ہوئے خود کو سرزنش کی۔

''نیہا بیٹی!'' انہوں نے نیہا کے ہاتھ محبت سے تھامے۔

''اگر میں بی جان اور تمہارے انکل تمہارے لئے کوئی فیصلہ کریں گے تو تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہو گا۔'' اسماء حیدر نے تمہید باندھی۔

''نہیں چچی جان! آپ لوگ میرے بڑے ہیں ایسا کیسے ممکن ہے کہ آپ لوگ کہیں اور میں آپ کی بات نہ مانوں آپ لوگ جو میرے لئے کریں گے وہ غلط نہیں ہو گا۔'' نیہا نے محبت سے ان کے ہاتھ تھام کے چومے تو اس کے مان و محبت پر اسماء حیدر نہال ہو گئیں۔

''بیٹا ہم نے تمہارا اور عمر کا رشتہ طے کر دیا ہے اور انشاء اللہ اگلے ماہ کے پہلے جمعے کو تم دونوں کا نکاح ہے رخصتی عمر کے انگلینڈ کے بزنس ٹرپ کے بعد ہو گی۔'' ایک دھماکہ تھا جو نیہا سلیمان کے سر پہ ہوا تھا وہ بے یقینی سے انہیں دیکھ رہی تھی۔

''ج..... ج..... جی۔'' نیہا نے ہکلاتے ہوئے بے یقینی سے انہیں دیکھا پھر عفرا کو جو خود بھی بے یقین تھی لیکن اس کی حالت نیہا جیسی نہیں تھی۔

''چچی جان! کیا عمر بھیا اس رشتے پہ راضی ہیں۔'' اس کے لبوں سے سرسراتے ہوئے جملہ جو نکلا وہ عفرا کے لئے ناقابل یقین تھا۔

''ہاں بیٹا کیوں نہیں بی جان نے عفرا کا اور تمہارا نام اس کے سامنے رکھا تھا لیکن عفرا کو تو اس نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ وہ اسے چھوٹی بہنوں کی طرح سمجھتا ہے ہاں بی جان کی خواہش پہ اس نے تمہارے لئے رضامندی دے دی تھی، اچھا بیٹی چلتی ہوں تمہارے انکل آ گئے ہوں گے انہیں چائے بھی دینی ہو گی۔'' یہ کہہ کر وہ محبت سے اس کے سر پہ ہاتھ پھیر کر چل دیں مگر نیہا ان کے ایک جملے میں اٹک گئی تھی اور وہ تھی بی جان کی خواہش پہ عمر عباس کی رضامندی گویا وہ جبراً راضی ہوا تھا ان کے جانے کے بعد عفرا نے باقاعدہ بھنگڑا ڈالتے ہوئے گنگنانا شروع کر دیا تھا۔

"لے جائیں گے، لے جائیں گے دل والے دلہنیا لے جائیں گے، واہ عمر بھیا اتنے چھپے ستم ہیں یہ تو مجھے معلوم ہی نہ تھا۔" عفرا خوشی سے بے حال اپنے آپ میں مگن بولتے ہوئے مستقل گنگنا رہی تھی جبکہ نیہا کی سوچ عمر کی اپنی ذات سے نفرت کی آگاہی کے بعد بھی صرف بی جان کی خواہش پر راضی ہونے میں اٹکی ہوئی تھی۔

"عفرا پلیز لیومی الون۔" اس نے باقاعدہ چیخ کر مستقل گنگناتی اور بھنگڑا ڈالتی عفرا کو اپنی طرف متوجہ کیا۔

"کیا ہوا ہنی تم خوش نہیں ہو، اس فیصلے پر۔"

اس نے نیہا کو خطرناک حد تک سنجیدہ دیکھا تو گنگناٹیں چھوڑ کر فکرمندی سے اس کے پاس بیٹھ کر پوچھنے لگی۔

"آئی ڈونٹ نو بٹ آئی ریکویسٹ یو عفی پلیز لیومی الون۔"

"نیہا!" عفرا نے کچھ کہنا چاہا۔

"پلیز عفی!" تو عفرا اس کی کیفیت کچھ سمجھتے اور کچھ نہ سمجھتے ہوئے باہر نکل گئی اس کے جانے کے بعد نیہا نے میکانکی انداز میں اٹھ کر دروازہ بند کیا اور بیڈ پہ اوندھے منہ گر گئی سوچتے سوچتے نہ جانے کب اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے وہ ہچکیوں سے رو دی تھی آج نہ جانے کیوں شدت سے اسے ماں باپ کی یاد آئی تھی۔

"ماما آپ مجھے چھوڑ کر کیوں چلی گئیں پلیز ماما آ کے اپنی ہنی کو دیکھیے کتنی اکیلی ہو گئی ہے وہ آپ کے بغیر۔" بے تحاشا روتے ہوئے وہ ماں کو یاد کر کے سائیڈ ٹیبل پہ رکھی ان کی تصویر سے باتیں کرتے نہ جانے کب نیند کی وادیوں میں اتر گئی۔

☆☆☆

رات دھیرے دھیرے بیت چکی تھی، پو پھٹنے لگی تھی اذان کی آواز پہ اس کی آنکھ کھلی پہلے تو اسے سمجھ نہیں آیا کہ کیا ٹائم ہوا ہے رات بھر رونے سے سر اتنا بھاری ہو رہا تھا، آنکھیں سوج سی گئی تھیں، اس نے پاس رکھا موبائل اٹھا کے ٹائم دیکھا صبح کے پانچ بج رہے تھے، اس نے اٹھ کر پردے سرکائے اذان کی آواز واضح سنائی دینے لگی تھی، سر ڈھک کر اذان سننے کے لئے وہ احتراماً چیئر پہ بیٹھ گئی، اذان ختم ہوئی تو اس نے جا کر وضو کیا اور باہر آ کر جائے نماز بچھا کر نیت باندھ لی، نماز ختم کر کے اس نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو کب کے رکے آنسو ایک بار پھر اس کے گال پہ لڑھک گئے، ہچکیوں سے روتے ہوئے وہ سجدے میں گر گئی، نہ جانے کتنی دیر ہو گئی تھی اسے روتے ہوئے کچھ دیر بعد جب اس کے دل کو سکون محسوس ہوا تو وہ چہرے پہ ہاتھ پھیرتی جائے نماز تہہ کر کے اٹھ کھڑی ہوئی، الماری سے یونیفارم نکال کر پریس کیا، رائٹنگ ٹیبل پہ بکھری اپنی اسائنمنٹ سمیٹ کر اس نے فائل کلپ کی اور شاور لینے واش روم میں گھس گئی، انتہائی اطمینان سے شاور لینے کے بعد اس نے بال سلجھائے اور اونچی سی پونی ٹیل بنائی پھر نجانے کس احساس کے تحت ڈریسنگ ٹیبل پہ رکھا کاجل اٹھا کر آنکھوں میں لگایا، تو سیاہ چمکتی آنکھیں کاجل کی دھار سے جگمگانے لگیں، اس کا ذہن مختلف سوچوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا، جن میں سرفہرست کل شام عمر عباس کی کھلم کھلا نفرت تھی جو اس کی سوچوں سے راستہ بنا کر لفظوں کی شکل میں نیہا سلیمان نے سنی تھی اور اس کے بعد وہ سننے اور سمجھنے کی صلاحیت سے محروم ہو جاتی شاید اگر جو طاہر عباس اس کو اپنی بھرپور محبت سے نہ سنبھالتا، وہ شعوری اور لاشعوری طور پر وہ سب کچھ کر رہی تھی جو روٹین لائف میں ممکن نہ تھا، یکدم کسی



سوچ کو حتمی روپ دے کر اس نے نگاہ اٹھا کر ٹائم دیکھا سوا سات بج رہے تھے، اس نے وارڈ روب میں لٹکتی چادر کو دیکھا اور نظریں پھیر لیں پاس پڑے دوپٹہ کو اٹھا کر گلے میں ڈالا یوں کہ دوپٹے کا دوسرا سرا گلے میں پڑے مفلر کی طرح پیچھے جا پڑا تھا ایک سرا اس کے آگے ڈالا ہوا تھا، اونچی سی پونی ٹیل کاجل کی دھار اور مفلر نما لمبے سے دوپٹے نے ایک نئی نیہا سے متعارف کروایا تھا، اس روپ میں اگر عفرا اسے دیکھ لیتی تو یقیناً بے ہوش ہو جاتی اور عمر عباس سے تو کچھ بعید نہ تھا کہ وہ اسے قتل ہی کر ڈالتا اس نے شیشے میں آخری نگاہ ڈال کر اپنی تیاری دیکھی اور نجانے کس احساس کے تحت پنک لب گلوز اٹھا کر لبوں پہ لگا لیا کرسی پہ رکھا شولڈر بیگ اٹھا کر اس نے کاندھے پہ ڈالا اور باہر نکل آئی اسے معلوم تھا بی جان اس وقت اپنے کمرے میں تھیں جبکہ عمر بھی کالج جانے اور طاہر یونیورسٹی جانے کے لئے تیار ہو رہا تھا، وہ سیدھی چلتی ہوئی مین گیٹ تک آئی اور چوکیدار کو بتا کر باہر نکل آئی، نگاہ اٹھا کر بھی اس نے حیدر ولا کی طرف نہیں دیکھا تھا وہ جلد از جلد پبلک ٹرانسپورٹ سے کالج پہنچنا چاہتی تھی، چوکیدار حیران سا اسے نئے روپ میں دیکھ رہا تھا جسے اس نے سرعت سے نظرانداز کر دیا، وہ جس وقت کالج میں داخل ہوئی پونے آٹھ بج رہے تھے، کالج کے لان میں کچھ لڑکیاں بیٹھی ہوئی تھیں جبکہ کچھ کاریڈور میں ٹہل رہی تھیں، وہ سب سے بے نیاز ناک کی سیدھ میں چلتی ہوئی اپنی کلاس میں چلی گئی، کلاس پوری خالی تھی وہ ہر سوچ اور احساس کا جھٹکتی اپنی سیٹ پہ بیٹھ گئی، سوچوں نے ایک بار پھر یلغار کی تو آنکھیں پھر برسنے کو بے تاب ہونے لگیں جسے اس نے سختی سے پیچھے دھکیل دیا، تھوڑی دیر میں لڑکیاں کلاس میں داخل ہونے لگیں۔

"ہائے نیہا کیسی ہو، ہیلو ہنی کیا حال ہے، امیزنگ آج اتنی جلدی کیسے آ گئیں۔" مختلف لڑکیاں مختلف انداز میں ہیلو ہائے کرتی کمنٹس دے رہی تھیں جسے نیہا چہرے پہ مصنوعی مسکراہٹ سجائے وصول کر رہی تھی جبھی کلاس میں عفرا داخل ہوئی وہ تیر کی طرح نیہا کے پاس آئی تھی۔

"ہنی تم اکیلی آئی ہو، تمہیں پتا ہے بی جان کتنی ناراض ہوں گی اور میری اسائنمنٹ کا کیا بنا ویسے امیزنگ نیوز بتاؤں آج میں عمر بھیا کے ساتھ آئی ہوں ہو سکتا ہے ساتھ آنے کی خوشی میں میری کچھ بچت ہو جائے اور وہ میری اسائنمنٹ نہ چیک کریں کیونکہ میں ان کی بہن کے ساتھ ہونے والی سالی بھی تو ہوں۔" عفرا جوش سے بولتی چلی گئی اور اس جوش و خوشی میں اسے نیہا کی بدلتی کیفیت نظر ہی نہ آئی، جبھی کلاس میں عمر داخل ہوا تو نان اسٹاپ بولتی عفرا کو نیہا نے ٹوکا۔

"نیہا سر کلاس میں آ گئے ہیں تم اپنی جگہ پہ جاؤ۔" اور نیہا کو ٹوکنے سے زیادہ حیرت اس کے سرد اور کھردرے انداز پہ ہوئی تھی وہ اسے حیرت سے دیکھتی اس کے برابر والی رو میں ہی اس سے چند قدم کے فاصلے پہ بیٹھ گئی، عمر نے روسٹرم پہ جا کر نیہا کو باقاعدہ غور سے دیکھا وہ اس ڈری سہمی نیہا سے بالکل مختلف لگ رہی تھی آج جو اس کے دل میں اس کے چہرے پہ نہ تھا ورنہ تو وہ ہمیشہ سے ہی عمر عباس کے لئے ایک کھلی کتاب کی مانند تھی، آنکھوں میں لگے کاجل نے سوجن تو چھپا لی تھی لیکن جھیل جیسی آنکھوں کا حزن اور نمایاں کر دیا تھا، یکدم کلاس میں موجودگی کے خیال سے اس نے نیہا سے نظریں ہٹا لیں کیونکہ کالج میں یہ بات کوئی نہیں جانتا تھا کہ نیہا اور عفرا سر عمر عباس

کی کزن ہیں اور یہ ہدایت بھی عمر عباس کی طرف سے تھی۔

''کلاس آپ لوگوں کی اسائنمنٹ کمپلیٹ ہوگئیں؟''

''یس سر!'' کچھ آوازیں جوش سے بھرپور تھیں تو کچھ انتہائی پست۔

''اوکے۔'' اس نے بائیں ہاتھ پہ بنی پہلی رو سے اسائنمنٹ چیک کرنا شروع کر دی اور اسائنمنٹ دیکھ کر اپنے ریمارکس لکھتا پھر اگلی سیٹ کی طرف بڑھ جاتا، دوسری رو میں بیٹھی عفرا کے ہاتھ پاؤں پھولنے لگے کیونکہ وہ بالکل خالی ہاتھ تھی اور عمر اس کی رو میں بیٹھی پچھلی لڑکیوں کی اسائنمنٹ چیک کر کے اس کے پاس آنے والا تھا، بے عزتی کے احساس سے آنکھیں بند کر کے وہ زیرلب دعائیں پڑھنے لگی جبھی ایک ہاتھ نے اس کی ٹیبل سے فائل اٹھا کر اپنی فائل کھول کر رکھ دی جو انتہائی انتہائی نفاست سے تیار شدہ تھی عمر اس کے پاس آیا تو وہ جھٹ کھڑی ہوگئی عمر نے فائل اٹھائی ایک طائرانہ نظر ڈالی اور اپنے ریمارکس لکھ کر آگے بڑھ گیا، اس نے حیرت سے عمر کو دیکھا اور اپنی ٹیبل پہ رکھی فائل کو وہ بے یقینی سے نیہا کو دیکھنے لگی جو اطمینان سے اپنی باری کا انتظار کر رہی تھی، اس سے پہلے کہ عفرا عمر کو اصل حقیقت سے آگاہ کرتی عمر نیہا کے پاس پہنچ چکا تھا۔

''مس نیہا Give me assinement۔'' نیہا نے خالی نگاہوں سے اسے دیکھا اور خالی فائل اٹھا کر اسے تھما دی، اس کی خالی نظریں عمر پہ تھیں لاشعوری میں چھپا وہ احساس کہ نئے رشتے کی اینٹ رکھی جانے پر عمر اس کی غلطی نظرانداز کرتا ہے یا نہیں، عمر نے فائل اٹھا کر ٹیبل پہ پٹخی۔

''آپ کی اسائنمنٹ کہاں ہے مس نیہا؟''

اس نے کوئی جواب نہیں دیا وہ بے تاثر انداز میں خالی نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی۔

''گیٹ آؤٹ فرام مائی کلاس۔'' عمر نے اس کی نظروں کے خالی پن کو نظرانداز کر کے انتہائی سختی سے کلاس سے باہر نکلنے کا اشارہ کیا، وہ ساکت سی عمر کو دیکھتی رہی اور پھر نظریں جھکا کر تھکی تھکی چال چلتی باہر نکل گئی، وہ اپنی آزمائش میں ہار گئی تھی عمر عباس کے لئے وہ وہی نیہا سلیمان تھی جسے وہ درخواعتنا نہیں سمجھتا تھا۔

''سر!'' عفرا نے عمر کو پکارا، لیکن عمر نے نظر انداز کر دیا، کیونکہ اسے معلوم تھا کہ وہ نیہا کی فیور میں ہی بولے گی وہ ان سنی کرتا باقی لڑکیوں کی فائل چیک کرتا رہا اور اپنے کام میں مگن اس نے یہ نوٹ ہی نہیں کیا کہ نیہا نے کلاس سے باہر نکلنے کے لئے داخلی دروازے کی بجائے پچھلے دروازے کا انتخاب کیا ہے، کلاس کے اس دروازے کی سیڑھیاں قدرے اونچی بنی ہوئی تھیں اور اس پر مستزاد سیڑھی کا آخری اسٹیپ کلاس میں نکلتا تھا یعنی آخری سیڑھی چڑھتے ہی بندہ ڈائریکٹ کلاس میں موجود یہی وجہ تھی کہ اس طرف کھلنے والے دروازے اور سیڑھیوں کا استعمال لڑکیاں کم کرتی تھیں کیونکہ ایک تو سیڑھیوں کے اسٹیپ بہت اونچے تھے دوسرے سیڑھیاں کالج لان کے پچھلے حصے کی طرف کھلتی تھیں جہاں آج کل کنسٹرکشن کا کام ہو رہا تھا، وہ لاشعوری طور پر غائب دماغی سے چلتی دروازے کی چوکھٹ پہ آ کر کھڑی ہوگئی، کلاس آف ہونے کے بعد عمر اس کے پاس آیا، اسے یقین تھا کہ وہ اسے کوئی نہ کوئی ریزن ضرور دے گی لیکن عمر کے قریب آنے پر بھی وہ کچھ نہ بولی اور خالی نظروں سے اسے دیکھنے لگی اس کے اس طرح دیکھنے پر عمر



کو کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا تھا لیکن کلاس رولز کے مدنظر رکھتے ہوئے اس نے کہا تو صرف اتنا آپ میری کلاس میں امتحانوں سے پہلے نہیں بیٹھیں گی اور یہی آپ کی سزا ہے۔

You dont come in my) class before exem and its (your punished

شہادت کی انگلی اٹھا کر اس کی خاموشی پہ انتہائی طیش میں آ کر عمر نے اسے وارن کیا اور ایک جھٹکے سے مڑ گیا، جھٹکے سے مڑنے پر اس کا کاندھا نیہا کے شانے سے مس ہوا اور دلہن کے آخری سیڑھی پہ کھڑی نیہا سلیمان مٹی کی بے جان مورتی کی طرح سیڑھیوں سے نیچے لڑھکتی چلی گئی، فضا نسوانی چیخ سے گونج اٹھی تھی عمر بجلی کی تیزی سے مڑا لیکن اسے دیر ہو چکی تھی نیہا گیند کی طرح لڑھکتی زمین پہ پھیلے کنسٹرکشن کے کام کے لئے لائے گئے سریوں پہ گری تھی لان کے عقبی حصے میں کام کرتے مزدور نسوانی چیخ پہ چونک کر مڑے تھے، نیہا ٹوٹے بکھرے سریوں پہ گرتے ہی ہوش وحواس سے بیگانہ ہو چکی تھی، سریوں پہ گرنے سے ایک نوکیلا سریا اس کے پچھلے حصے میں گھس گیا، سرخ گاڑھا خون دیکھتے ہی دیکھتے فرش کو رنگنے لگا، عمر عباس کے ہوش اڑا دیئے وہ اندھا دھند نیچے اترا اور کسی بھی پروا کے بغیر اسے دونوں بازوؤں میں اٹھائے بھاگتا ہوا پارکنگ کی طرف گیا تھا، ساری لڑکیوں کی چیخیں نکل گئیں، عفرا بھی سارا سامان چھوڑ کر داخلی دروازے سے اندھا دھند پارکنگ کی طرف بھاگی لیکن اس کے پہنچنے سے پہلے عمر گاڑی نکال کر لے گیا، ساری لڑکیاں عمر کی ریزر و نیچر کو جانتے ہوئے اس کی تیز رفتاری اور بے تکلفی پہ حیران اب عفرا کے گرد جمع تھیں۔

''نیہا کو سر عمر نے ایسا کیا کہا تھا؟ سر عمر نیہا کو اتنی بے تابی سے اٹھا کر کیوں ہاسپٹل لے گئے ہیں؟ نیہا کو فسٹ ایڈ کالج سے بھی تو مل سکتی تھی؟'' سب کی آنکھوں اور لبوں پہ سوال تھے اور یہ سوال صرف سوال نہیں نیہا سلیمان کے کردار پہ اٹھنے والی وہ انگلیاں تھیں جو عمر عباس کے ردعمل نے اٹھا دی تھیں، عفرا نے ایک ٹھنڈی سانس بھر کے دوبارہ نظر اٹھائی تو سامنے سے پرنسپل صاحب آتے ہوئے نظر آئے، پلک جھپکتے میں نیہا کے گرنے کی خبر پورے کالج میں پھیلی تھی، پرنسپل صاحب کی موجودگی اس بات کا ثبوت تھی اور اس سے پہلے کہ وہ قریب آ کر نیہا کے متعلق کوئی سوال کرتے عفرا خود ہی بول پڑی۔

''سر نیہا گھر میں کچھ فرسٹڈ تھی اس لئے اسائنمنٹ کمپلیٹ نہ ہونے پر سر نے اسے کلاس سے باہر نکال دیا تھا۔''

''سر! وہ یہ بے عزتی برداشت نہیں کر سکی اور.....'' عفرا مزید کچھ کہتی پرنسپل صاحب نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا۔

''عفرا بات نیہا کی فرسٹریشن کی نہیں کالج کے رولز اور ریگولیشن کی ہے، عمر نیہا کو کہاں اور کیوں اس طرح اٹھا کر لے گئے ہیں اور؟'' اس سے پہلے کہ وہ مزید نیہا اور عمر کے کردار کو موضوع بناتے عفرا پھٹ پڑی یہ سب اس کی برداشت سے باہر تھا کیونکہ وہ نیہا اور عمر دونوں سے بے تحاشا محبت کرتی تھی اور محبت کا تقاضا تو یہ تھا کہ محبت کرنے والوں کو رسوائی اور تماشے سے بچایا جاتا نہ کہ خود ان کا تماشا بنایا جاتا۔

''بھاڑ میں جائیں آپ کے رولز اور ریگولیشن آپ کے نزدیک کسی کی زندگی سے زیادہ کالج کے رولز اور ریگولیشن اہم ہوں گے ہمارے لئے نہیں اور رہی بات عمر عباس کی۔'' اس نے

توقف کیا تو اس کے عمر عباس کہنے پر لڑکیاں حیرانی سے اسے دیکھنے لگیں جو دھیرے سے عمر کو سرعمر کے بجائے عمر عباس کہہ رہی تھی۔

''عمر عباس اور نیہا سلیمان کے جانے کی بات تو وہ اس کو کہیں بھی لے کے جا سکتے ہیں کیونکہ وہ نیہا کے ٹیچر بعد میں اور شوہر پہلے ہیں۔'' ایک دھماکہ تھا جو اس وقت پارکنگ لاٹ میں کھڑی لڑکیوں اور پرنسپل پر ہوا تھا۔

''بیوی؟'' ایک لڑکی کے سرسراتے لبوں نے نکلا۔

''جی نیہا سلیمان دراصل حقیقت میں مسز نیہا عباس ہے اور میں عمر بھائی کی اکلوتی اور لاڈلی بہن ہوں اب تو تسلی و تشفی ہوگئی ہے ناں آپ کی سر!'' عفرا نے چبھتے ہوئے انداز میں پرنسپل پہ طنز کیا اور ایک جھٹکے سے مڑ کر کالج گیٹ سے نکلتی چلی گئی، اسے اپنے جھوٹ پر کوئی شرمندگی نہیں تھی کیا تھا اگر نیہا عمر کی بیوی نہیں تھی یہ خواب تو عباس ہاؤس کے ہر مکین کی آنکھوں کا تھا، آنکھوں میں چھپے خواب کو عفرا نے اس پل نیہا کے کردار پہ اٹھنے والی انگلیوں سے بچانے کے لئے حقیقت بنا دیا تھا۔

☆☆☆

بیتی رات کے ساتھ سفر کرتے عمر نے آنکھیں کھولیں تو کمرے کے گلابی پن نے گلاب کی سی رنگت اور نزاکت رکھنے والی لڑکی کی یاد اس شدت سے دلائی کہ گزری رات کا واقعہ اس کی آنسو بھری آنکھوں کے ساتھ پوری جزئیات سے اسے یاد آیا تھا، وہ طاہر کے بیڈ روم میں بیٹھا باتیں کر رہا تھا یہ ایک اتفاق تھا کہ وہ ایسے رخ سے بیٹھا تھا کہ کمرے کی کھلی کھڑکی سے ڈھلتی شام کی دھوپ یکدم اس کے چہرے پہ پڑنے لگی تھی، وہ باتیں کرتے کرتے یکدم کھڑکی بند کرنے کے ارادے سے اٹھا لیکن ڈھلتی شام اور ڈوبتے سورج کے حسین منظر نے اس کے منظر روک لئے جبھی کمرے میں نیہا کی آواز آئی۔

''طاری بھیا کہاں ہیں آپ؟'' طاہر جو عمر کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے شام میں اپنے دوست کے پاس جانے کے لئے وارڈ روب میں گھسا اپنی مطلوبہ شرٹ تلاش کر رہا تھا نیہا کی آواز پر پلٹا۔

''ہاں ہنی بولو۔'' عمر ان دونوں کی باتیں سننے کے لئے پردے کی اوٹ میں ہوگیا یوں کہ نیہا کو معلوم ہی نہ ہو سکا کہ عمر بھی کمرے میں موجود ہے، بلیک جینز پہ گلابی کرتا پہنے گردن کے گرد لپٹا گلابی دوپٹا اونچی سی پونی ٹیل بنائے ایک ہاتھ گلابی اور سلور چوڑیوں سے بھرا ہوا تھا جبکہ دوسرے ہاتھ کی کلائی خالی تھی، وہ طاہر سے اپنے دوست کے برتھ ڈے میں پہنچانے کا کہنے آئی تھی لیکن سب بھول بھال کر اس کی نظر ڈریسنگ ٹیبل پہ رکھی طاہر کی نئی ڈیجیٹل گھڑی اور ریپ ہوئے پرفیوم پر چلی گئی یکدم کسی خیال اور شرارت کے تحت نیہا کی آنکھیں چمکنے لگیں ڈریسنگ ٹیبل کے قریب جا کر اس نے بڑے دلار سے طاہر کو مخاطب کیا۔

''طاری بھیا!'' اس کے لاڈ پہ طاہر کے کان کھڑے ہوئے کیونکہ نیہا کو طاہر پہ زیادہ لاڈ اس وقت آتا تھا جب اسے طاہر کی کوئی چیز پسند آئی تھی، پردے کے اوٹ میں کھڑا عمر اس کے انداز پہ چونک گیا کیونکہ نیہا نے کبھی اسے اتنے لاڈ سے نہ کبھی بلایا تھا اور نہ کبھی فرمائش کی تھی ایک جھجک سی تھی یا پھر وہ خول تھا جو عمر نے صرف نیہا کے لئے اپنے اردگرد بنا رکھا تھا۔

''طاری بھیا! یہ گھڑی میں لے لوں۔'' نیہا نے کہنے کے ساتھ ہی سلور رنگ کی وہ ڈیجیٹل



گھڑی اپنی دودھیا کلائی پہ باندھ لی، عمر نے اس کی کلائی کی طرف دیکھا بے شک وہ گھڑی اس کی کلائی میں سج گئی تھی۔

''ہنی یہ گھڑی میں نے کل ہی خریدی ہے اپنے انیول فنکشن کے لئے۔'' طاہر نے دانت کچکچاتے ہوئے اسے بتایا گویا یہ اشارہ تھا کہ گھڑی شرافت سے واپس کر دی جائے۔

''میرے لئے خریدی ہے ناں۔'' نیہا نے معصومیت سے آنکھیں پٹپٹائیں تو اس کی شرارت اور آنکھیں پٹپٹانے پر جہاں طاہر کی ہنسی نکل گئی وہیں عمر بھی بے ساختہ مسکرا دیا اس کی ہنسی سے شے پاتے ہوئے نیہا نے ٹیبل پہ رکھا پرفیوم اٹھایا اور شرارت سے دوبارہ طاہر کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

''اور یہ پرفیوم بھی لے لوں۔''

''ہرگز نہیں۔'' طاہر تیزی سے اس سے پرفیوم واپس لینے کے لئے اس کی طرف بڑھا لیکن نیہا نے سرعت سے پرفیوم والا ہاتھ اپنی پشت پہ کر لیا۔

''ہنی یہ گفٹ ہے میرا مجھے کسی نے دیا ہے۔'' اس نے عفرا کا نام نہیں لیا مبادا عمر اس کو غلط نہ سمجھے۔

''کون ہے وہ؟'' نیہا نے اپنی آنکھیں گھمائیں۔

''ہے میرا ایک دوست۔'' طاہر نے جھنجھلا کر کہا۔

''میرا یا میری۔'' نیہا نے خفت سے ناک چڑھائی کیونکہ وہ جانتی تھی یہ پرفیوم اسے عفرا نے دیا ہے اور عفرا نے اسی کے ساتھ جا کر خریدا تھا لیکن اگر طاہر نے نہیں بتایا تو وہ بھی اس کا بھرم کھونا نہیں چاہتی تھی۔

طاہر نے مصنوعی غصے سے نیہا کو گھورا جسے نیہا نے چٹکیوں میں اڑا دیا اور دھونس بھرے انداز میں بولی۔

''بس میں نے کہہ دیا یہ پرفیوم بھی میں لے رہی ہوں اور یہ گھڑی بھی۔'' اس نے کلائی آگے کر کے طاہر کو یاد دلایا کہیں وہ واپس نہ مانگ لے نیہا کے مسکرانے اور طاہر کے تلملانے پر عمر نجانے کس احساس کے تحت پردے کی اوٹ سے باہر نکل آیا۔

''عمر بھیا آپ؟'' عمر کو طاہر کے کمرے میں دیکھ کر وہ یکدم سٹپٹائی۔

''دوسروں کی چیزیں اور رشتوں پر قبضہ کرنے کی عادت تو ویسے بھی آپ کو بہت پرانی ہے نیہا سلیمان۔'' عمر نے طنز کرتے ہوئے اسے دیکھا جہاں نیہا کا چہرہ عمر کی موجودگی اور پھر اس کے طنزیہ لفظوں پہ پیلا پڑنے لگا تھا۔

''کیا مطلب عمر بھیا!'' اس نے سوکھے لبوں پہ زبان پھیری۔

''مطلب یہ کہ اپنی پیدائش سے پہلے تم نے میری جان چھڑکنے والی پھپھو کو مجھ سے جدا کیا ماں باپ کے انتقال کے بعد تم نے دادا جان کی محبت مجھ سے ہتھیالی، ان کی وفات کے بعد میرے ماں باپ پہ قبضہ کر کے بیٹھ گئیں انہیں اس جہاں سے رخصت کر کے تم نے میری دادو پہ بھی قبضہ جما لیا تم مجھ سے آخر کتنے رشتے چھینو گی نیہا سلیمان۔'' عمر عباس کے دل میں نجانے کتنے سالوں کا لاوا پھٹ گیا اور ستم یہ تھا کہ اس کا شکار بھی صرف نیہا سلیمان ہی ہوئی تھی انجانے میں وہ اس کے کسی زخم کو چھیڑ بیٹھی تھی۔

''میری کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا عمر بھائی۔'' وہ کانپنے لگی تھی عمر کے انداز و لفظوں اور آنکھوں سے نکلتی نفرت پہ، اس کے لرزتے جسم اور ہاتھوں نے پرفیوم کی بوتل کا بوجھ اٹھانے سے انکار کر دیا

نتیجتاً بوتل اس کے ہاتھوں سے پھسل کر نیچے جا گری اور دبیز قالین پہ گرنے کے باوجود کانچ کی بوتل ٹوٹ گئی، نیہا سلیمان کے دل کی طرح فرق صرف یہ تھا کہ کانچ کے ٹکڑے قالین پہ گرنے کے باوجود نظر آرہے تھے جبکہ اس کے دل کے ٹکڑے جسم کی سات تہوں میں ہونے کی وجہ سے نظر نہیں آسکے تھے، عمر شیشے کی کرچیوں کو نیہا کے عزت و پندار کے ساتھ روندتا ہوا کمرے سے نکلتا چلا گیا، طاہر نے لرزتی کانپتی نیہا کو سنبھالا، قریب تھا کہ وہ انہی شیشے کی کرچیوں پہ گر کر اپنے آپ کو لہولہان کر لیتی طاہر کے سنبھالنے پر وہ اس سے لپٹی زار و قطار روتی عمر کے لفظوں کا مفہوم جاننے کی کوشش کر رہی تھی۔

☆☆☆

صبح کا سورج دھند میں لپٹا اپنی دھیمی روشنی کا احساس کھڑکی کی جھروکوں سے دلا رہا تھا، عمر کو اپنے الفاظ اور نیہا کی شوخی و شرارت سے یاد آ رہی تھی، وہ اپنے آپ کو ان لفظوں پہ زمین میں دھنستا محسوس کر رہا تھا زندگی اور موت بے شک خدا کے ہاتھ میں ہے، اگر اس سے وابستہ رشتوں کی محبت نیہا حصے دار بن گئی تھی تو یہ اس کا قصور نہ تھا اور نہ ہی ان رشتوں کے اس دنیا سے چلے جانے میں نیہا سلیمان قصوروار تھی مگر اس پل عمر ان رشتوں کی محبت اور جدائی میں اس قدر اندھا ہو چکا تھا کہ ہر جائز و ناجائز بات کی معتوب وہی اس کی نظر میں ٹھہرتی تھی لیکن آج جب موت نے خود نیہا کے بڑھتے ہاتھوں کو تھاما تو اس پل نیہا کے بے جان وجود کو اٹھائے اسے ادراک ہو چکا تھا کہ وہ لاکھ بے نیازی کا اظہار کرے، لاکھ ہر بات کے نقصان کے لئے نیہا کو قصوروار ٹھہرائے لیکن یہ بھی ایک حقیقت تھی کہ وہ نیہا کے وجود کا، اس کی شرارتوں، معصومیت اور خوف میں چھپی محبت کا عادی ہو چکا ہے، اب وہ ان سب چیزوں کا صرف عادی ہوا ہے یا درحقیقت وہ خود نیہا کی محبت میں مبتلا ہو چکا ہے یہ قبول کرنا کم از کم عمر عباس کے لئے ایک مشکل امر تھا۔

آج تیسرا دن تھا اسے ہوش و حواس سے بیگانہ ہوئے ڈاکٹرز نے انہیں 72 گھنٹے کا ٹائم دیا تھا اگر وہ 72 گھنٹے میں ہوش میں آجاتی ہے تو وہ ٹھیک ہے اگر اسے اب بھی ہوش نہ آیا تو وہ کوما میں جا سکتی ہے، ڈاکٹر کے اس جملے پہ وہ لوگ ساکت رہ گئے تھے طاہر نے شکوہ کناں نظروں سے عمر کو دیکھا تو اس نے شرمندگی سے آنکھیں جھکا لیں، آج تیسرا دن تھا طاہر اور عمر کے ساتھ بی جان اور عفرا بھی ضد کر کے آگئی تھیں، عفرا اس سے پہلے بھی آچکی تھی لیکن خون میں ڈوبی نیہا کو دیکھ کر وہ اپنے رونے اور چیخوں پہ قابو نہیں رکھ سکی تھی، جبھی عمر نے اسے زبردستی نہ صرف واپس بھجوا دیا تھا بلکہ طاہر کو بھی تاکید کر دی تھی جب تک نیہا کو ہوش نہیں آجائے عفرا ہاسپٹل نہ آنے پائے، آج چونکہ ڈاکٹرز نے اس کے ہوش میں آنے کی امید دلائی تھی سو وہ بھی آگئی تھی سب لوگ آئی سی یو کے باہر بیٹھے ہوئے تھے، ڈاکٹرز اندر کوشش کر رہے تھے، بی جان کے ہونٹ مستقل ہل رہے تھے جبکہ عفرا کانپتے لبوں سے روتے ہوئے اس کی زندگی کی دعا مانگ رہی تھی طاہر کی حالت کافی ناگفتہ تھی جبکہ عمر بس ساکت سا آئی سی یو کی گلاس وال کو دیکھ رہا تھا، ایک گھنٹے بعد آئی سی یو کا دروازہ کھلا طاہر اور عمر بیک وقت ڈاکٹرز کی طرف بڑھے تھے عفرا بھی کھڑی ہو گئی تھی۔

"مبارک ہو آپ لوگوں کی مریضہ کو ہوش آ گیا ہے She is perfect and fine آپ لوگ ان سے مل سکتے ہیں، لیکن ایک بات کا خیال رکھیے گا، مریضہ سے زیادہ بات نہ کیجئے گا



خاص طور پہ ایسی کوئی بات جو ان کی دماغی حالت پہ برے اثرات مرتب کرے او کے۔" ڈاکٹر ان دونوں کو ہدایت دے کر طاہر کے کاندھے تھپتھپا کر آگے بڑھ گیا، وہ سب لوگ اندر کی طرف بڑھ گئے، مگر عمر قصداً ہی باہر رک گیا، ایک گلٹ تھا جو لاشعوری طور پر اسے روکے ہوئے تھا، عفرا نے رخ موڑ کر عمر کو دیکھا اور اندر کی طرف بڑھ گئی، نیہا آنکھیں موندے زردی مائل چہرہ لئے بیڈ پہ لیٹی ہوئی تھی، بی جان تڑپ کر اس کی طرف بڑھیں۔

"بہنی میری جان!" لیکن وہ ساکت ہی پڑی رہی یوں کہ اس میں زندگی کی رمق ہی نہ ہو بی جان نے اس کا چہرہ دیوانہ وار چومنا شروع کر دیا عفرا نے اس کی بے گانگی نظر انداز کر کے اس کے ہاتھ تھام لئے، طاہر اس کے سرہانے آکر کھڑا ہو گیا تھا، ان سب کی محبت پر اس کی آنکھوں میں آنسو آنے لگے جسے اس نے بے دردی سے پیچھے دھکیل دیا۔

"بہنی بیٹا اپنی بی جان سے ناراض ہو کیا۔" بی جان نے اس کی بے گانگی پر تڑپ کر کہا۔

"نہیں بی جان۔" وہ ان کی اکلوتی بیٹی کی اکلوتی نشانی تھی، وہ خاموشی سے ٹکر ٹکر ان سب کا چہرہ دیکھ رہی تھی، طاہر بغور اسے ہی دیکھ رہا تھا، وہ اسے نیہا سے بالکل مختلف لگ رہی تھی جسے وہ آج تک دیکھتا آیا تھا، تین دن مزید ہوسپٹل میں رہنے کے بعد ڈاکٹرز نے اسے رات تک ڈسچارج کرنے کی اجازت دے دی تھی، سو جیسے ہی عشاء کی اذانوں کا سلسلہ شروع ہوا، بی جان نے عفرا کو سامان سمیٹنے کی ہدایت شروع کر دی وہ شروع سے ہی ہسپتالوں سے گھبراتی تھی اور پھر جب سے خاور عباس کو ہارٹ اٹیک کے بعد اسپتال سے مردہ حالت میں لایا گیا تھا وہ اسپتالوں سے اور خوف زدہ ہو گئی تھیں، جس وقت وہ لوگ عباس ہاؤس میں داخل ہوئے اس وقت رات کے دس بج رہے تھے، عمر عباس اسے کہیں بھی نظر نہیں آیا تھا اس کا دل بدگمان ہونے لگا۔

"سب سے زیادہ خوشی تو میرے ایکسیڈنٹ کی عمر بھیا آپ ہی کو ہوئی ہو گی آپ تو چاہتے ہی یہی تھے کہ عباس ہاؤس پہ آپ کا راج ہو اور اس کے مکینوں کی محبت آپ کا مقدر بنے تو بے فکر رہیے نیہا آپ کی یہ خواہش بہت جلد پوری کرے گی اور اس گھر میں صرف آپ کا راج اور نانو کی محبت کے حقدار صرف آپ ہوں گے۔" وہ دل میں عمر عباس کو مخاطب کیے آنکھیں بند کیے لیٹی تھی جبھی عفرا اس کے لئے سوپ بنا کر لے آئی۔

"چلو بہنی گرما گرم سوپ پیو اور دعائیں دو مجھے۔" سوپ کی ٹرے سائیڈ ٹیبل پہ رکھ کر اس نے دائیں ہاتھ سے نیہا کو سہارا دے کر اٹھایا تو ناچار اسے خاموشی سے اٹھنا پڑا اس کے خاموشی سے اٹھ کر سوپ لینے پر عفرا وہیں بیٹھ گئی اور پاس رکھا میگزین اٹھا کر ورق گردانی کرنے لگی۔

☆☆☆

آج وہ پورے پچیس دن بعد کالج آئی تھی اور کالج آنے کے بعد سے لے کر اب تک آدھا کالج اس کی خیریت دریافت کرنے آچکا تھا اسے جہاں خوشگواریت کا احساس ہوا تھا وہیں عمر عباس سے متعلق سوالات پر وہ زچ ہو چکی تھی اور ان سوالوں سے بچنے اور بیماری کے دنوں میں طے کیے جانے والے لائحہ عمل پہ عمل کرنے کے لئے وہ بریک ٹائم میں پرنسپل سے اجازت لے کر عفرا کو بغیر بتائے کالج سے نکل آئی، اس نے بیگ میں رکھا والٹ اور مطلوبہ سامان چیک کیا اور سامنے سے آتے رکشے کو دیکھ کر اسے ہاتھ دے کر روک

لیا تھوڑی دیر بعد وہ سعودی ایمبیسی کے باہر کھڑی تھی، ایمبیسی سے اپنا پاسپورٹ ری نیو کروانے کے بعد وہ جس وقت ایمبیسی سے باہر نکلی تو بارہ بج رہے تھے، سورج آسمان کے سینے پہ پوری شان سے چمک رہا تھا، اس نے چلچلاتی دھوپ کو نظر انداز کیا اور سامنے سے آتی وین میں سوار ہو گئی وین میں بیٹھتے ہوئے اسے ایک لحظہ کو خوف محسوس ہوا کیونکہ آج تک اس نے وین میں سفر نہیں کیا جہاں بھی جانا ہوتا طاہر یا عمر کے ساتھ جاتی یا پھر عفرا اور وہ ڈرائیور کے ساتھ جاتی تھیں اس نے خوف کو جھٹکنے کی کوشش کی کیونکہ اب زندگی کا سفر ایک نئے لائحہ عمل سے طے کرنا تھا تو یہ ڈر کیا معنی رکھتا تھا، وہ جس وقت عباس ہاؤس میں داخل ہوئی اس وقت ڈیڑھ بج رہا تھا اسے معلوم تھا کہ عفرا کالج سے واپس آ چکی ہو گی اور اسے کالج کے بعد اب گھر میں موجود نہ پا کر یقیناً پریشانی ہو گئی ہو گی لیکن وہ نہ صرف خود پریشان ہو گی بلکہ سب کو پریشان کر دے گی، اس بات کا نیہا کو اندازہ نہیں تھا، اس نے لان میں لگے آم کے درخت کو ٹھنڈی سانس بھر کر دیکھا اور پورچ کراس کرتی لاؤنج کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئی لیکن اندر داخل ہوتے ہی وہ ٹھٹک کر رک گئی سامنے ہی بی جان بیٹھی تھیں جن کی آنکھوں سے آنسو گر رہے تھے اور لب کسی چیز کا ورد کر رہے تھے، ان کے پاس عفرا و عمر اور طاہر کے علاوہ علی حیدر اور اسماء حیدر بھی موجود تھے، اسے دیکھ کر سب سے پہلے طاہر لپک کر اس کے پاس آیا تھا، اس کی آنکھوں میں خوف کے ساتھ غصہ بھی تھا۔

"کہاں تھیں تم تمہیں پتا ہے ہم کتنا پریشان ہو گئے تھے۔" طاہر نے اس کا بازو پکڑ کر جھنجھوڑا۔

"آئی ایم سوری۔" اس نے کہہ کر نظریں جھکا لیں۔

"میں پوچھ رہا ہوں ہنی کہاں تھیں تم؟" اس نے پھر بھی کوئی جواب نہیں دیا، تو عمر اٹھ کر اس کے پاس آ گیا۔

"ہٹو طاہر میں اس سے پوچھتا ہوں یہ کہاں گئی تھی۔" عمر نے اسے ایک طرف ہٹاتے ہوئے کہا تو نیہا جواب تک طاہر سے سر جھکا کر بات کر رہی تھی یکدم سر اٹھا کر بے لحاظی سے بولی۔

"آپ کون ہوتے ہیں یہ پوچھنے والے؟" اور اس کے جواب سے زیادہ اس کے انداز نے سب کو حیران کر دیا، اس کی آنکھوں میں بے خوفی کے ساتھ جو ہلکا سا احساس ہلکورے لے رہا تھا اسے طاہر کوئی بھی نام دینے سے قاصر تھا، لیکن عمر جان چکا تھا سیاہ آنکھوں میں ہلکورے لیتا احساس کسی اور چیز کا نہیں بلکہ نفرت کا ہے، وہ ایک غلطی جو عمر عباس کے نزدیک صرف غلطی ہی تھی وہ نیہا سلیمان کو نئی زندگی دینے کا سبب بنی تھی جس میں عمر عباس کے لئے سوائے نفرت کے کوئی جگہ نہ تھی۔

"تم کہاں گئی تھیں بیٹا ہم سب کتنا پریشان تھے تمہارے لئے۔" علی حیدر نے صوفے سے اٹھ کر اس کے پاس آ کے شفقت سے اس کے سر پہ ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔

"میں ایمبیسی گئی تھی چاچو۔" اس نے دھیمے لہجے میں علی حیدر کو بتایا۔

"ایمبیسی۔" سب کے منہ سے حیرت زدہ انداز میں نکلا۔

"میں چاچو کے پاس دوبئی جانا چاہتی ہوں۔" اس نے علی حیدر کے بھائی کا نام لیا جو دوبئی میں مقیم تھے اور بارہا اس کو دوبئی آنے کی دعوت دے چکے تھے، اس نے نظر اٹھا کر پہلے سب کو دیکھا اور پھر اپنا ارادہ ظاہر کر دیا کیونکہ



ایک نہ ایک دن یہ بات تو سب کو بتانی تھی۔

"مگر کیوں؟"

"ایسے ہی۔" اس نے لاپرواہی سے کہا۔

وہ نہیں چاہتی تھی کہ ان سب کو پتا چلے کہ وہ ایسے ہی نہیں بلکہ ہمیشہ کے لئے یہاں سے جانا چاہتی ہے۔

"یہ بیٹھے بٹھائے دوبئی جانے کی کیوں سوجھ گئی تمہیں۔" بی جان کی پریشانی اس کا ارادہ سن کر جھنجھلاہٹ میں بدل گئی۔

"پلیز بی جان جانے دیں اب تو ایگزام بھی ختم ہو گئے۔" اس نے بی جان کی منت کی اور کوئی جواب نہ پا کر وہ علی حیدر اور اسماء حیدر کی طرف مڑ گئی۔

"پلیز چاچو بی جان سے کہیں ناں صرف چند دنوں کی تو بات ہے۔" اس نے ان کو اپنا سپورٹر بنایا وہ کبھی بی جان کے پاس جاتی کبھی علی حیدر کے پاس اور اس پریڈ مارچ میں وہ عفرا، طاہر اور عمر کو مکمل طور پر بھول چکی تھی اور یہ بات جہاں طاہر اور عمر کے لئے حیرت کا باعث تھی وہیں اس کی بے گانگی پر عفرا کی آنکھوں میں آنسو آنے لگے جسے اس نے سرعت سے پیچھے دھکیل دیا، بالآخر اس کی ایک گھنٹے کی پریڈ اور علی حیدر کی سپورٹ کام آ گئی تھی بی جان اسے دوبئی بھیجنے پہ رضامند ہو گئیں لیکن صرف ایک ماہ کے لئے اور اس کے لئے تو ان کی اجازت ہی بہت تھی، وہ بھاگتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف گئی تھی یوں کہ اگر اس نے ابھی پیکنگ شروع نہ کی تو بی جان کا اقرار انکار میں نہ بدل جائے پیچھے بی جان اسے کھانے کی ہدایت کرتی رہ گئی لیکن وہ سب کچھ نظر انداز کر کے کمرے کی طرف بڑھتی چلی گئی تھی، کمرے میں آ کر اس نے بیڈ کے نیچے سے سوٹ کیس گھسیٹا اور وارڈ روب کھول کر کپڑے ہینگر سمیت سوٹ کیس میں بھرنے شروع کر دیئے، کپڑے رکھنے کے بعد اس نے تمام ڈاکومنٹس رکھے اور سائیڈ کارنر میں رکھی ماں باپ کی شادی کی تصویر سوٹ کیس میں رکھ دی وہ یوں تیاری کر رہی تھی گویا اس کی شام کی فلائٹ ہو اور یہی ہوا بھی اس نے اپنے کمرے میں آنے کے بعد علی حیدر اسے ضد کر کے اگلی شام کی فلائٹ کے ٹکٹ بھی منگوا لئے تھے عفرا جو کافی دیر سے دروازے میں کھڑی اس کی کاروائی دیکھ رہی تھی جب ضبط نہ ہو سکا تو پھٹ پڑی۔

"دس از ٹو مچ ہنی تم عمر بھائی کی غلطی کی سزا ہم سب کو کیوں دے رہی ہو کیا تم ان کی غلطی کو معاف نہیں کر سکتیں۔"

"نہیں۔" اس نے لاپرواہی سے یک لفظی جواب دیا۔

"مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے ہنی تمہاری یہ پلاننگ ایک ماہ کی نہیں بلکہ اس سے کچھ زیادہ کی ہے۔" عفرا نے اس کے کاندھے پہ ہاتھ رکھ کر اپنی طرف گھماتے ہوئے کہا تو نیہا ایک لمحے کے لئے اس کی صحیح قیاس آرائی پر ٹھٹک گئی پھر یکدم ہکلاتے ہوئے بولی۔

"نہ..... نہ..... نہیں تمہیں ایسا کیوں لگ رہا ہے اصل میں چاچو سے ملنے کی خوشی میں کچھ سمجھ نہیں آ رہا ناں تو بس جو ہاتھ میں آیا وہ رکھ لیا۔" اس نے بے تکا جواب دیا عفرا مطمئن تو کیا ہوتی اس کے الفاظ سے زیادہ اس کے انداز پر بے چین ہو گئی۔

"ہنی تم کیا کرنا چاہتی ہو۔" اس نے سرد انداز میں پوچھا۔

"پلیز عفرا لیو می الون میں ایسا ویسا جیسا کیسا کچھ نہیں کرنا چاہتی ہر بات کے پیچھے مت پڑ جایا کرو۔" نیہا نے جھنجھلا کر نہایت

بدتمیزی سے اسے جواب دیا اور اس جواب کے پیچھے گویا اشارہ تھا کہ دفع ہو جاؤ یہاں سے عفرا کی آنکھوں میں تیزی سے پانی جمع ہونے لگا وہ اس کی اجنبیت اور اس کے لفظوں پہ لبوں پہ ہاتھ رکھتی بھاگتی ہوئی کمرے سے نکلی، کمرے سے باہر نکلتے ہوئے دہلیز پہ کھڑے عمر سے ٹکرا گئی، آنسو بھری آنکھوں سے اس نے اسے ایک پل رک کر دیکھا اور پھر وہاں سے نکلتی چلی گئی آنسو بھری نظریں اس بات کی گواہ تھیں کہ وہ جان چکی ہے کہ عمر بھی سب کچھ سن چکا ہے لیکن اس پل اپنی بے مائیگی اور بے عزتی کا احساس اتنا شدید تھا کہ وہ ایک پل کو بھی نہ رکی عمر نے ایک نظر اپنے پورشن کی طرف جاتی ہوئی عفرا کو دیکھا اور دوسری نظر نیہا پہ ڈالی جو اتنا کچھ کہنے کے بعد اب اردگرد سے انجان سر پکڑے بیڈ پہ پشیمان سی بیٹھی تھی۔

''ہنی!'' عمر نے کمرے میں داخل ہو کر نیہا کو پکارا نیہا نے ایک جھٹکے سے گردن اٹھا کر عمر کو دیکھا اور کھڑی ہو گئی عمر عباس کی اس کے کمرے میں موجودگی ایک ناقابل یقین بات تھی اس نے چند لمحے کے لئے اسے دیکھا اور سوٹ کیس میں رکھے کپڑے الٹ پلٹ کرنے لگی، عمر نے اس کی بے گانگی اور سرد انداز کو بہت شدت سے محسوس کر کے ضبط کیا تھا، اس وقت وہ اگر اس کے کمرے میں آیا تھا تو وجہ بی جان تھیں یا پھر وہ محبت جسے بہت خاموشی سے عمر عباس نے قبول کر لیا تھا اب تو صرف اس محبت کا اعتبار اسے سونپنا تھا، اس کی بے ہوشی کے وہ تین دن اس کی جدائی میں بی جان کی بگڑتی حالت کے ساتھ اس پہ بہت سے آگہی کے در وا کر گئے تھے، اس لئے تمام انا کو بالائے طاق رکھ کر اس نے کہا۔

''نیہا مجھے معاف کر دو۔'' عمر کے الفاظ پہ نیہا کو سو والٹ کا کرنٹ لگا تھا، عمر عباس وہ بھی معافی مانگ رہا تھا اور معافی بھی کس سے نیہا سے جو ہر غلطی اور ہر گناہ کی مرتکب ٹھہرتی تھی اس کی نظر میں عمر کے شکستہ انداز پہ قریب تھا کہ وہ پگھل جاتی لیکن اس نے رخ موڑ کر اپنے آپ کو مضبوط کرنے کی کوشش کی، نہ جانے کب کے رکے بے آواز اس کے گالوں پہ لڑھکنے لگے جسے اس نے بے دردی سے پونچھتے ہوئے کہا۔

''معافی کیسی عمر بھیا آپ نے تو کوئی غلطی کی ہی نہیں تو معافی کس بات کی غلطی تو میں کرتی ہوں اور مجرم بھی میں ہوں۔'' اس کی آواز بھرا گئی جس کو اس نے ضبط کر لیا۔

''میری وجہ سے آپ کو آپ کی پھپھو کی محبت نہ مل سکی یہ جانے اور سمجھے بغیر کہ میں تو دنیا میں آنکھ کھولنے کے بعد سے ماں باپ کی محبت اور اس کے لمس سے محروم ہوں، اپنی ماں کی موت کی بھی میں ذمہ دار ہوں باپ کی ماں سے محبت میں جدائی اور پھر انتقال کی میں گناہ گار ہوں، دادا جان کی محبت اس وقت حاصل کرنے کی گناہ گار جب لفظ محبت کے معنی بھی مجھے نہیں آتے اور ان کے اس دنیا سے چلے جانے کی میں ذمہ دار ہوں، ماموں مامی جیسی شفیق ہستیاں ملیں تو ماموں نے باپ کی شفقت سے جہاں آشنائی کروائی وہی مامی نے بھی لفظ ماں سے آشنا کروا کے ماں کے محبت سے محرومی کو ختم کر دیا تھا لیکن آپ کا اور طاری بھیا کے حصے کی محبت وصول کرنے اور ماموں مامی کے دنیا سے چلے جانے کی بھی میں گناہ گار ہوں۔''

عمر کا دل چاہ رہا تھا اس کی سسکیوں بھرے لفظوں کو سننے سے پہلے اپنے کانوں پہ ہاتھ رکھ لئے یا پھر اسے خاموش کروا دے، لیکن وہ بے بس کھڑا بس اسے سن رہا تھا یہی اس کی سزا تھی شاید۔

''تو اتنے سارے گناہوں کی تو مجھے معافی مانگنی چاہیے ناں اس لئے ہو سکے تو مجھے معاف کر دیجئے گا رشتوں کے چھن جانے اور محبتوں کے بٹ جانے پر۔'' اس نے آنسوؤں کا گولہ حلق میں اتارتے ہوئے شدت سے ضبط کیا تھا لیکن دو آنسو لڑھک کر دوبارہ گالوں پہ آ گئے تھے جسے اس نے بے دردی سے پونچھتے ہوئے کہا۔

''بی جان کا بہت خیال رکھیے گا میں آپ کو بی جان کی اور عباس ہاؤس کے ہر مکین کی محبت سونپ کر ہمیشہ کے لئے جا رہی ہوں بی جان آپ سے بہت محبت کرتی ہیں مجھے امید ہے آپ انہیں میری کمی اور غیر موجودگی کا احساس نہیں ہونے دیں گے۔'' اس نے سوٹ کیس بند کیا اس کو لاک کر کے اسے نیچے اتار کے وہ مڑی تو اپنے بالکل پیچھے کھڑے عمر سے ٹکرا گئی وہ لمحوں میں پیچھے ہٹی تھی۔

''میں غلط تھا ہنی مجھے اس بات کا شدت سے احساس ہے پلیز بی جان کی خاطر ہی مجھے معاف کر دو۔'' اس نے اب سچ مچ نیہا کے آگے ہاتھ جوڑ دیئے تھے اور اس کے ہاتھ باندھنے پہ نیہا ساکت ہو گئی تھی اور پھر اسی کے بندھے ہوئے ہاتھوں پہ پیشانی ٹکا کے پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے اس نے عمر کو معافی کا عندیہ دے دیا تھا، عمر نے اس کے ہچکیوں سے لرزتے جسم کو دیکھا تو اس پل محبتوں کی کمی کو اپنے اندر چھپائے سراپا محبت نظر آنے اور بانٹنے والی لڑکی پہ اسے بے تحاشا رشک آیا تھا، وہ محبتوں کی کمی کے باوجود سراپا محبت تھی اور وہ عمر عباس اتنی محبتیں اور رشتے کی مٹھاس سمیٹنے کے باوجود اپنے موجودہ رشتوں سے نالاں تھے اس نے اپنے بندھے ہاتھوں کو کھول کر اس کے کاندھوں پہ ہاتھ رکھا۔

''میری وجہ سے آج تک تمہاری ان آنکھوں میں آنسو آئے ہیں ناں لیکن میرا وعدہ ہے تم سے نیہا ان آنسوؤں کے بدلے تمہیں اتنی خوشیاں دوں گا کہ تم جانے والے رشتوں کو بھول جاؤ گی یہ میرا تم سے وعدہ ہے لیکن تم بھی وعدہ کرو، آئندہ عباس ہاؤس چھوڑنے کی بات نہیں کرو گی، وعدہ۔'' اس کے ہاتھوں کو اپنے مضبوط ہاتھوں میں سمیٹتے ہوئے اس نے وعدہ لیا، نیہا نے اس کے چمکتے چہرے کو دیکھا اور رنگ بدلتی سیاہ آنکھوں میں محبت چمکتی دیکھ کر دھیرے سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''اور ایک وعدہ اور۔'' عمر نے پر اسرار طریقے سے کہا۔

''پلیز مجھے بھیا کہنا چھوڑ دو اب۔'' اور اس کی فرمائش پہ نیہا جھینپی جھینپی ہنسی ہنس دی اور ان دونوں کے مسکرانے پہ ڈھلتی شام نے مسکراتے ہوئے انہیں دیکھا اور انہیں دائمی خوشیوں کی دعا دیتی پردوں کی اوٹ میں چھپ گئی۔

☆☆☆

''انتقال پر ملال''

ہماری دیرینہ قاری اور مصنفہ گل عندلیب دو فروری کو قضائے الٰہی سے انتقال کر گئیں

انا للہ وانا الیہ راجعون

دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور ان کے اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔